اللہ اکبر

المکتوب

حضرت مولانا عبد الماجد صاحب قبلہ بدایونی کی جدید تالیف

جس میں صحیح بہا - علاقہ کرناٹک جنوبی ہند - صوبہ مدراس - سفر نیلگری - میسور بمبئی و کراچی کی حالت اور ان مقامات کی خلافت کمیٹیوں اور خدامِ خلافت کا حال اور ان اطراف و صوبہ جات کے مسلمانوں کی کیفیت - سلطان ٹیپو کے مقبرے اور محراب الرزان وغیرہ کا تاریخی بیان - مولانا کا دس ہزار میل کا سفر اور بہار کانفرنس اور بلگام کانفرنس کی دو معرکۃ الآرا تقریریں جو خلافت - ترک موالات اور اعلانِ آزادی کا خاص درس دیتی ہیں

اجازتِ خاص سے

منشی مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ سے

باہتمام حافظ محمد سعید ہاشمی پرنٹر ہاشمی پریس میرٹھ میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت ۸/

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی کی دیگر مشہور تصانیف

درس خلافت

مسئلہ خلافت پر مولانا عبدالماجد صاحب کی زبردست تصنیف جو چوتھی مرتبہ شائع ہوئی ہے اور جس کو یاد کر کے ہر شخص مسئلہ خلافت پر بہت عمدہ تقریر کر سکتا ہے۔ ۸/

الاظہار

واقعات پنجاب۔ مسئلہ خلافت۔ علماء کے فرائض ہے۔ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی کی معرکۃ الآرا تصنیف جو دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ قیمت ۸/

جذبات الصداقت

مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی کے چند سنسنی خیز مضامین کا مجموعہ ۔ ۲/

سمرنا کی خونیں داستان ۔ سمرنا میں یونانی مظالم۔ ۳/

علماء ہند کا متفقہ فتویٰ قیمت ۱/ تعلیمی ترک موالات کا مقصد ۱

سرسید اور مہاتما گاندھی کی تعلیم ۱/ سوراج ہند۔ از مہاتما گاندھی جی بانۃ

خطبۂ صدارت مولانا آزاد سبحانی صاحب

مولانا آزاد سبحانی صاحب کانپوری کا مشہور خطبۂ صدارت جس میں نہایت شرح وبسط سے نظام شرعی کی تفصیل۔ مسلمانوں کو حقیقی کام کی طرف دعوت اور ہندوستان کی آزادی پر مفصل بحث کی گئی ہے دلائل اور براہین کا ذخیرہ۔ قیمت ۶/

حادثۂ نجف اشرف ۲/

حقیقت مظالم پنجاب بالتصویر عہ

ملنے کا پتہ

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

اللہ اکبر

برادر عزیز منشی اشتیاق احمد صاحب سلمہٗ ۔ السلام علیکم ۔ ثم الدعا۔

ماہ مبارک رمضان شریف تک تمہارے مسلسل وپیہم تقاضے کتاب خون حر[illegible]ے دیباچہ
کے لئے آتے رہے، اور میں تمہارے اصرار محبت وخلوص کی تعمیل سے قا[illegible] اور قاصر
ہوں، مگر بدل نہونا اس کا بہترین معاوضہ ادا کردوں گا۔ دعا کرو خدا میرے ارادۂ
سفر مقدس حجاز کو کامیاب بنادے آمین۔

تم نے سنا ہوگا کہ رمضان کے مہینہ کا اکثر حصہ اپنی علالت یا اہلخانہ کی تیمارداری میں گذرا۔ انہیں
دنوں ایسا بھی ہوا کہ برادر مکرم جناب شوکت علی صاحب و سید محمد حسین صاحب و تصدق احمد
صاحب شروانی وجناب مولانا محمد فاخر صاحب و چودھری خلیق الزمان صاحب و ہرکرن ناتھ
بدایوں آئے اور میرے مہمان ہوئے یقیناً ان لوگوں کے ساتھ تبادلہ خیالات علمیہ و
سیاسیہ، وملکیہ، وتبلیغ احکام شرعیہ میں وقت صرف کیا اور حتی المقدور شرائط میزبانی ادا
کیئے مگر اس طرح کہ نہ دماغ کو یکسوئی میسر۔ نہ قلب کو طمانیت حاصل۔ تعلقات کے کانٹے اپنے
دامن ہستی پر چبھے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور سینہ میں انکی کھٹک محسوس کرتا تھا۔ وجود ایک
رکھتا تھا مگر موجودات کثیرہ کے تفکرات سے گھرا ہوا۔ قدرت کی شان ادائیاں پیش نظر
تھیں۔ اور امتحان طلب کرشمہ فرمائیاں محیط، غرضکہ وقت گذر رہا تھا اور اوقات آمد و رفت
کے سلاسل ختم کرتے جاتے تھے۔ یہ عالم کہ فنا و عدم کی تماشاگاہ ہے ادنیٰ تامل میں اپنی
حقیقت بتادیتا ہے اور ادراک صحیح کو بہت تھوڑے غور میں اچھا درس دیجاتا ہے۔ ماہ
محترم رمضان اپنی برکات وفیوض کے ساتھ ختم ہوا۔ اور ہلال عید چمکا مگر آہ!
چندسال سے مسلمانوں کے لئے عالم اسلامی کے واسطے عید کی خوشیاں، عید کی ظاہری

سمرتیں کہاں ہیں، وہ تو سمرنا کی مٹی میں بوئے خون بنکر مل گئیں - ہاں اُن کا نشان عراق، وفلسطین، وشام، کی بربادیوں کی نوحہ خوانی سے ملتا ہے - بیشک مُسلم کی عید کی خوشیاں تو دارالخلافت کے اُجڑنے اور خلیفۃ الاسلام کے مجبوس کئے جانے کے ساتھ بھڑ گئیں - اور بیت المقدس، ومکہ، ومدینہ، کی ہتک عظمت کی ماتم گسار ہوکررہ گئیں - میں نے بھی عید کے دن بعد خطبہ مسنونہ اپنی مسجد میں مجلس عزا کی خطبہ میں خلیفہ کا نام پڑھنا تھا کہ دل بھر آیا حاضرین روئے فضائے مسجد نالہ و بکا سے گونج اٹھی اُردو میں دعائے عزت و فتح اسلام کے لئے گنہ گار ہاتھوں کو اٹھایا غیور خدا سے عرض کیا - "برمن منگر بکرم خویش نگر" مظلومین سمرنا کے لئے تحریک چندہ بھی ہوئی حامد میاں سلمہ نے جامع مسجد، وعید گاہ، اور شہر کی تمام مساجد و بازار میں رضا کاران خلافت کمیٹی بدایوں کو گولکیں دیکر متعین کر دیا تھا اور فرمایش کی تھی کہ مجھ سے ملنے جو لوگ آئیں میں اُن سے تحریک میں ساعی اور اس کار خیر کا داعی رہوں - عید کا تمام دن اسی رونے رُلانے میں گذرا اور خوب گذرا شاید ہم گنہ گاروں کی یہی ادا اُس کریم، وکارساز کو بھا جائے اور کام بنجائے - غرض اُسکی عنایت و اعانت حاصل کرنے کے اسباب وطریقوں سے ہے وہ کبھی روتے ہوؤں کو تڑپائے جاتا ہے اور بے نیازی کی بجلیاں چمکا چمکا کر بیتاب بنائے رکھتا ہے کبھی ہنسنے والوں کو رُلا رُلا کر بیچین کر دیتا ہے - نہ اُس پہ تہجد گزاروں کا زور ہے نہ زہد و عبادت میں دن رات مصروف رہنے والوں کا دعویٰ - نہ اُس پر کسی کے مٹنے کا اثر ہے، نہ مٹانے والوں کی پروا - نہ کسی کی بربادی کے غم سے اُسکو واسطہ نہ آبادیوں کی مسرت سے سروکار، کوئی اُجڑے، کوئی بگڑے، کوئی مرے، کوئی جئے - اُس کا قانون قدرت اٹل ہے - عزیز حامد میاں سلمہ نے ایک حمد کی غزل میں خوب کہا ہے - ۵

اُسکی شانِ کبر و نخوت کو نہیں لگتی کی ٹھیس ٹھوکریں کھاتا پھرے سر قیصر و فغفور کا

مگر ہاں یہ قانون بھی اُسی کا ہے اَمَّن یُّجِیبُ المُضطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکشِفُ السُّوۡءَ (اللہ) دَعُوانِی اَستَجِبۡ لَکُم اور یہ نوید رحمت، و مژدہ طمانیت، بھی اُس نے دیا ہے اُدۡعُوا رَبَّکُم تَضَرُّعًا وَّخُفیَۃً - ہر حال میں اپنی طرف مائل کیا ہے اور ہر بندہ کو اپنا سائل بنا کر رکھا ہے مگر حق، اور زور کسی کا اُسپر نہیں - یہ ایک خاص نکتہ ہے اور حقیقت بندگی کا مخصوص راز ہے - کہ مانگے جاؤ، ہاں مانگے جاؤ، ناامیدی کفر ہے ہاں مایوسی حرام ہے، مگر تمہارا زور بھی نہیں کہ جو مانگو وہ حاصل ہی کر لو - ہاں وہ داتا سخی ہے کریم ہے - اور ساتھ ہی متکبر و قہار بھی ہے - غرض کہ طلب، ہمت، سوال، التجا، بندگی کے لوازم ہیں - لہٰذا ہم کو برتنے اور ادا کرنے ضرور ہیں -

میرے خیال میں اس عید کے دن بہت کم مسلمان ہونگے جنہوں نے خلافت کو یاد نہ رکھا ہو - بہر حال شوال کی ۴ تاریخ تک میں بدایوں رہا اور یہی مشاغل رہے ۴ تاریخ گذار کر بھاڈونرل خلافت کانفرنس کے لئے روانہ ہوا جسکی صدارت کے واسطے محبی و مخلصی جناب سید سلیمان صاحب وعدہ لے چکے تھے - ۶، ۷ شوال کانفرنس کی تاریخیں تھیں - سنو! جسدن میں روانہ ہو رہا تھا اسی دن عصر کے وقت سے مغرب تک پانچ تار موصول ہوئے پہلا[1] تار بہار کا تھا کہ وقت ورود سے اطلاع دیجیے - دوسرا[2] تار سید محمد حسین صاحب کا تھا کہ میرٹھ فوراً آئیے - ایک[3] اور تار شوکت علی صاحب کا تھا کہ ۱۵ جولائی کو مرکزی خلافت کمیٹی کی خاص مجلس شوریٰ ہے پہونچنا ضروری ہے - ایک[4] تار بلگام مغربی خاندیس علاقہ کرناٹک کا تھا کہ ۱۷، ۱۸ جولائی آپکی صدارت ہے محمد علی صاحب گاندھی بھی آئیں گے، ایک[5] تار بمبئی کا تھا کہ میرے فخر خاندان اعزّ الکرام سلالۃ الاکابر مولانا شاہ عبدالقدیر زیارت بغداد سے واپس آگئے بدایوں دو دن بعد پہونچتے ہیں - یہ لگاتار تار اور مختلف سمتوں کی دعوتیں متعدد ضرورتوں کی صورتیں عجب پریشان کن امور تھے آخر استخارہ کیا اور سفر بہار کو قطعی کر دیا - ہاتھرس، کانپور، الٰہ آباد، مغلسرائے ہو کر

۶ کی صبح کو پٹنہ اسٹیشن پر پہونچا۔ ڈاکٹر سید محمود بیرسٹر کے فرستادہ اشخاص ملے اور خبر دی کہ بہار میں ایک دن کا اضافہ ہوگیا اب ۷، ۸ تاریخیں ہیں۔ لہذا پٹنہ اتر گیا۔

یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ پٹنہ کی طرف میرا اور میرے خاندان کا جذبہ روحانیہ ماتم گسارانہ طور پر مائل رہتا ہے۔ ۱۳۱۸ھ میں میرے والد ماجد حامی دین امام اہل سنت حضرت شاہ مولانا عبدالقیوم القادری البدایونی نے وہیں انتقال کیا تھا۔ دلدار نگر اسٹیشن پر فجر کی نماز کے وقت وضو کے لئے اُترے تھے اور سوار ہوتے ہوئے ریل کے نیچے گر گئے تھے تمام جسد اسفل مجروح ہوگیا تھا مگر گاڑی ٹھرنے پر ذکر خفی کا شغل کرتے ہوئے خود پلیٹ فارم پر آئے تھے یہ واقعہ رد ندوہ کے زمانہ کا ہے۔ ۱۳ رجب کو پٹنہ میں آپنے انتقال کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دوا میں زہر کی آمیزش تھی واللہ اعلم۔

۱۵ کو نعش بدایوں لاکر ہمارے قدیم "قبرستان درگاہ مجیدی میں دفن کی گئی" میں بھی اس سفر میں حاضر تھا۔ اُسکے بعد سے اب ۱۳۳۹ھ میں مجھے پھر پٹنہ جانے کا اتفاق ہوا یہ دن سید محمود صاحب سے تبادلہ خیالات میں گزرا۔ سید مذکور صوبہ بہار کی خلافت کمیٹی کے سکریٹری ہیں۔ بیرسٹری ترک کر دی ہے۔ مولوی مظہر الحق کے داماد ہیں، کام اچھا کر رہے ہیں۔ ایک رسالہ بھی انگریزی زبان میں ترک و خلافت کے مبحث پر لکھا ہے۔ اُردو علم ادب کا مذاق بھی رکھتے ہیں۔ دیوان میرزا نوشہ غالب پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو بدایوں مطبع ذوالقرنین میں طبع ہوا ہے۔

۶ شوال کو صبح ۷ بجے پٹنہ پہونچگیا تھا یہ دن اور پھر رات گذار کر ۷ کی صبح کو بہار کی طرف روانگی ہوئی۔ مولوی علی عظیم ساکن دربھنگہ (جو ایک نوجوان اور پُرجوش کام کرنے والے اور دار العلوم نظامیہ لکھنؤ اور دار العلوم ندوہ کے فارغ التحصیل ہیں) اور سید فضل الرحمن سابق مدیر اُخوت لکھنؤ اور حال مدیر العدل بانکی پور اور سید محمود صاحب ہمراہ چلے۔ بختیار پور اسٹیشن سے بہار شریف کے لئے ایک

چھوٹی لائن کی گاڑی ملتی ہے جس سے زائد چھوٹی جس سے زائد بدتر شاید ہی کوئی ریل
ہندوستان میں جاری ہو۔ بختیار پور سے بہار شریف دو ڈھائی گھنٹہ کی مسافت ہے
مگر ایک دن میں بھی کسی ریل میں وہ تکلیف نہیں ہو سکتی اور اتنے جھٹکے کوئی بیل گاڑی
اور اونٹ کی بگھی بھی شرط لگا کر نہیں دے سکتی جو اس ریل کے خصوصیات ہیں۔ میں نے
سوچا تھا کہ اس دو گھنٹہ میں کچھ نوٹ خطبۂ صدارت کے لئے تیار کر لوں گا مگر توبہ ہے ،
ممکن نہیں ہے کہ جو شخص پہلی دفعہ اس ریل پر سفر کرے وہ حواس درست رکھ سکے۔ چلتے
چلتے یکبارگی زبردست جھٹکا اور ایسا زور دار ہچکولا اچانک آتا ہے کہ اگر کسی کا سر ریل کے
تختہ سے ٹکرا جائے تو قطعًا ٹوٹ جائے اسکے بعد گاڑی ٹھہر جاتی ہے میں جس فرسٹ
کلاس کے درجہ میں تھا اُسمیں ایک ہندو سی آئی ڈی کے انسپکٹر بھی تھے میں نے پوچھا
بھئی گاڑی کیوں رُکی کیا خدانخواستہ کسی آنے والی ٹرین سے ٹکرا کر جھٹکا کھا کر پٹری سے
اتر گئی۔ وہ انسپکٹر ہنسے، اور بولے نہیں حضرت اسٹیشن آیا ہے اور یہ جھٹکا ٹکر کھانے کا
نہیں بلکہ گاڑی رکنے کا ہے۔ میں نے کہا ہاں اگر یہ جھٹکا ٹکرا جانے کا نہیں تو ٹکرا دینے کا
تو یقینی ہے یہ کہہ کر کھڑکی چڑھا کر اسٹیشن دیکھتا ہوں تو سامنے ایک طرف دو چنے والوں
کی دوکانیں ہیں اور دوسری طرف نہ کوئی نشان نہ اسٹیشن کی علامت۔ وہی سوکھا
جنگل اور ویرانی۔ ایک شخص ضرور نظر آیا جسکی ٹوپی پر ٹکٹ کلکٹر اور ملازم ریلوے ہونے کا
نشان تھا۔ غرض کہ اسی طرح کئی اُجڑی اور ویران جگہ چُولے، چنے والوں کی دوکانوں
کے سامنے یہ ممتاز ٹرین ٹھہرتی ہوئی ایک ایسے اسٹیشن پر پہونچی کہ عمارت تو وہاں بھی
کوئی نہ تھی مگر ایک سطح زمین ذرا ہموار ہونے کے سبب پلیٹ فارم خیال کیجاتی تھی یہاں
گاڑی پہونچنے پر تکبیروں کا شور ہوا میں سمجھا بہار شریف آگیا اور اُترنے کو مستعد ہوا کہ کچھ
لوگ ہار پھول لیکر گاڑی میں آگئے اور کچھ والنٹیر جھنڈے ہلال کے لئے درجہ کے دروازہ
پر کھڑے ہوگئے معلوم ہوا یہ بہار کچہری اسٹیشن ہے شہر کا اسٹیشن اگلا ہے جو صاحب

اس اسٹیشن پر پہلے میرے درجہ میں آئے تھے اور ہار پہنائے تھے وہ ہی بہار خلافت کمیٹی کے ناظم سید عبدالحمید صاحب ہیں یہاں سے چند منٹ میں بہار شریف شہر کا اسٹیشن آگیا جماعت استقبالی کا مجمع خاصا تھا۔ جناب مولوی سید سلیمان صاحب نے رسم استقبال ادا کی موٹر پر بیٹھکر جلوس کی صورت میں شہر میں داخلہ ہوا۔ بہار شریف قدیم اور نہایت تاریخی شہر ہے۔ ہزاروں باکمال بہار کی خاک نے پیدا کئے ہیں۔ اولیائے اُمت کے مزارات بھی بکثرت ہیں۔ مرجع خلائق درگاہ حضرت مخدوم یحییٰ اشرف منیری یہیں ہے۔ یہی زمانہ حضرت کے عرس کا تھا۔ میں ایک بجے قیام گاہ پر پہونچا۔ کھانا کھایا۔ سید سلیمان صاحب سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ ۵ بجے آستانہ منیریہ پر حاضر ہوا۔ مزار شریف کے گرد ہجوم تھا۔ قوالی ہو رہی تھی دُور سے فاتحہ پڑھی۔ درگاہ کی عمارت قدیم آثار میں شامل ہے۔ مزار شریف کھلا ہوا ہے۔ زمانہ عرس ہونے کے سبب ہر قسم کے اشیاء کی دوکانیں دور دور تک ہیں۔ مجمع باوجود قلیل ہو جانے کے کافی ہے۔ درگاہ سے صاحب سجادہ کی ملاقات کو گیا۔ آخری بزرگ قدر بہار کے صاحب سجادہ حضرت شاہ امین احمد صاحب رح گذرے ہیں جنکی زیارت فقیر نے کی تھی۔ اور حضرت والد ماجد شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پٹنہ میں شاہ صاحب ممدوح نے ہی پڑھائی تھی۔ جلسہ رد ندوہ کے لئے میرے جدِ اعظم حضرت اقدس تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب الرسول المخاطب بہ (امام الاولیاء) نے اصرار سے حضرت شاہ صاحب بہاری کو پٹنہ میں بُلایا تھا اور خود اسٹیشن تک جاکر استقبال کیا تھا۔ شاہ صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ ایک فرد کامل اور مرد شاغل وعارف تھے۔ آپکی اولاد بحمد اللہ کثیر ہے موجود صاحب سجادہ شاہ صاحب مرحوم کے پوتے ہیں۔ شاہ محمد حیات صاحب نام ہے۔ شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید رشید احمد میاں ۲ سال تک بدایوں میرے خاندانی دارالعلوم مدرسہ قادریہ میں تعلیم پاتے رہے ہیں اور حضرت شیخی ومولائی وعمی سید العلما سند الفقرا حضور مطیع الرسول مولانا شاہ

عبدالمقتدر قبلہ قدس سرہ سے اخذ فیض کی دولت سے مالامال ہوئے ہیں۔ صاحب سجادۂ بہار مرد صالح، کم سخن، نیکو صفات ہیں۔ دوسرے دن کھانے کی دعوت دی، قبول کی، بعد عشا ۹ بجے کانفرنس میں پہونچا۔ پنڈال خاصا ہے مجمع بھی کافی ہے۔ سید سلیمان صاحب فاضل بہاری نے خطبہ صدارت استقبالیہ پڑھا۔ جسمیں ابتدائی حصّہ سرزمین بہار کی تاریخ کا تھا اور وسطی و آخری حصّہ میں خلافت، و ترک موالاۃ، پر تاریخی روشنی ڈالی گئی تھی۔ خطبہ کے بعد سید موصوف نے میری صدارت کی تحریک کی اور مجھ گمنام و حقیر کی خدمات کے بیان میں آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی چند علما و سادات بہار نے تائید کی اور مجھے خدمت صدارت کی انجام دہی کے لئے صدر مقام پر حاضر ہونا پڑا۔

بہار، ڈویژنل خلافت کانفرنس کے خطبہ صدارت کا خلاصہ

حضرات! علماء و مشائخ، و عمائد شہر،

آپ کے تاریخی شہر میں مجھے جو عزّت بخشی گئی ہے اُسکو قبول کرتے ہوئے اور ادائے مراسم شکریہ کے لئے بہت مختصر الفاظ کہتے ہوئے مجھے یہ ظاہر کردینا ضرور ہے۔ کہ تحریکات، قومیہ، و ملیہ، میں ہمیشہ آپ کا صوبہ ممتاز رہا ہے۔ جمعیت علماء کا قیام سب سے پہلے صوبہ بہار میں ہوا۔ تحریک ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لئے صوبہ بہار نے قدم ڈالا اور مجھے امید ہے کہ دفعات ترک موالات کو عملاً رونما کرنے میں بھی یہ صوبہ سب سے بڑھا ہوا نظر آئے گا انشاء اللہ۔

حضرات! اس وقت ہماری تاریخ خون سے لکھی جارہی ہے اور ہم پر جو مصائب آرہے ہیں وہ بہت سخت، اور بہت زائد امتحان طلب ہیں۔ ضرورت کمال استقلال و صبر کی ہے۔ اور حالت وحمیت مضبوط ارادہ اور بلند جذبات کو چاہتی ہے۔ سعید ہیں وہ روحیں جو اس میدان مجاہدہ کو سر کریں۔ اور مبارک ہیں وہ وجود جو اس دور مظالم میں پائے ہمت کو لغزش نہونے دیں۔

یقین رکھئے آپ ہم ضرور ثبات و کامیابی سے ہم بغل ہو کر رہیں گے اگر ہم اپنا ایک نصب العین قرار دے لیں اور ہمارا راستہ ہماری نظر کے سامنے ہو جائے لیکن ضرورت ہے کہ وہ نصب العین اور وہ راستہ ہمارے آپ کے دماغی زور آزمائی اور فکری و ذہنی نتائج کا پیدا کردہ نہو جو کسی طرح غلطیوں کوتاہیوں کمزوریوں سے مُبرّا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ نصب العین قدرت کا مقرر کردہ ہو اور الہامی طاقت کا نشان دیا ہوا۔ **دوستو!** ایسا نصب العین فقط ایک ہے اور وہ پابندی احکام مذہب، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے درس حاصل کرنا، اور اُنکی پیروی و اتباع کو راہبر بنانا، میں دعوہ سے کہتا ہوں کہ ہماری دین و دنیا کی ترقی و فلاح کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جسکو ہمارے مذہب، اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل نے واضح نہ کر دیا ہو اور ہمکو ہماری تدابیر فلاح و صلاح سے آگاہ نہ بنایا ہو میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ آج ہماری زبون حالت کا باعث ہماری وہ عُریان گنہ گاریاں اور برہنہ بیراہ روی کی بدمستیاں ہیں جو اللہ و رسول کے احکام سے مُنہ موڑنے کے سبب ہم پر قہر الٰہی کو ہمارے زوال و تنزل کی صورت میں لا رہی ہیں اب بھی ہم اگر نہ ہوشیار ہوئے اور آج بھی آنکھ نہ کھولی تو پھر خدا جانے ہمارا کیا حال ہو۔

عزیزانِ من! آج کونسا دل ہے جو خلافت کے لئے بیقرار نہیں اور خلیفہ کے اقتدار کی بحالی کے لئے کس آنکھ سے آنسو کے قطرے نہیں بلکہ خون کی بوندیاں نہیں برستیں مگر پوچھتا ہوں کہ بس یہی طریقہ اظہار حُزن و ملال آپ کا کار بر آر ہے اور ہو سکتا ہے سُنئے ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کو یہ بتانا چاہئے کہ خلافت کے برباد و تباہ کرنے والوں کے اب آپ کسی طرح دوست و محکوم نہیں اور اُن سے تعلقات رکھنا اب آپ حرام سمجھتے ہیں، ہاں اس وقت آپ کا فرض ہے کہ آپ دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کر لیں۔ ایک راہ وہ ہے جو خدا تک صداقت و حقانیت تک پہونچاتی ہے مگر اس راہ میں ہزاروں خار، اور غار اور بیشمار سنگ مرحلہ کی ٹھوکریں اور حوادث و نوائب کے زلازل و خطرات ہیں

لیکن عاقبت محمود، اور فانی دنیا کی ذلیل زندگی کے بعد دارالقرار کی زیست اور ابدی زیست نہایت مطمئن و مسعود ہے، دوسری راہ وہ ہے جو بنگلوں۔ حکومت کی کرسیوں، اعزاز و خطاب کی مسندوں پر بٹھاتی ہے اور نہایت دلفریب سبز باغ دکھاتی ہے مگر آخرت برباد اور خدا سے دوری اور انتہائے کار دونوں جہان کی ذلت اور ہمیشہ مخلوق کی غلامی میں اسیر رکھتی ہے۔ یہ اشارات نہیں بلکہ آپ لوگ خوب سمجھ رہے ہونگے کہ میں آپ کے سامنے ترک موالاۃ کی دفعات کا نشر و ابلاغ کر رہا ہوں اور یہ ظاہر کر دینا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہوں کہ میں ترک موالات کے مسئلہ کو خالص مذہبی اور مسلمانوں کے لئے قرآن کا تعلیم کیا ہوا ایک صحیح نصب العین یقین رکھتا ہوں، اور میرا دعوہ ہے کہ ہم پر یہ تمام بلائیں حکومت کے ناروا اور غیر موزوں غلامی اور اسکی ریس و تقلید اور اپنے احکام و شعائر کی تحقیر و تذلیل کے سبب سے ہی آئیں اور آرہی ہیں۔ آج اگر ہم مذہبی آزادی کے علم بردار ہوکر اُس کا اعلان دیتے ہوئے اٹھیں اور اپنے دینی احکام کی تعمیل و تبلیغ کو اپنی ہر متاع پر مقدم سمجھکر اُسکی دعوت کا آغاز کر دیں تو میں گاندھی سے آگے بڑھکر پکار دوں کہ "ملک ہمارا آزاد ہوگیا" اور خلافت کے اقتدار کو ہم نے آزاد کرا لیا"۔

دوستو! میں نے بارہا کہا ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ ہمارا سہارا گاندھی کی طاقت اور محمد علی کے جوش اور عبدالباری و ابوالکلام و عبدالماجد کی تدبیروں تقریروں اور انکی رہنمائیوں پر نہ ہے نہ ہونا چاہیے ہم صرف ایک قائد، و داعی، کی آواز پر مرنے، جینے، چلنے پھرنے والے ہیں وہ قائد و داعی ہمارا مذہب، ہمارا قرآن، ہمارا نبی ہے، میرے کانوں میں یہ مضحکہ خیز صدا بہت پہونچی ہے کہ مسلمان اور گاندھی کی تقلید، یا نان کوآپریشن ہندوؤں کی تحریک ہے، یا سوراج تلک کا جذبہ ہے، اور اسکو خلافت سے خلافت کے مسئلہ سے کیا تعلق ہے۔ بعض متقشفین کی تمام زور قلم زور دماغ، صرف اسی بحث پر صرف ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ ملکر کام نہ کرو، تحریر و تقریر کی فضا میں یہ مسائل مدلل جوابوں

کے ساتھ اتنی بار گونج پیدا کر چکی ہیں کہ اب انکے لئے کوئی صدا بلند کرنا اور اسمیں زائد وقت صرف کرنا میں بیکار سمجھتا ہوں۔ مگر بطور اشارہ اتنا کہدینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ سیاسات ملکیہ میں اگر کسی ہندو کے ساتھ ملکر کام کیا جائے اور اُسکے وہ مشورے قبول کئے جائیں جو ہمارے مذہب کے مخالف نہوں تو یہ نہ اُسکی تقلید ہے نہ یہ مشورہ اُس کا درس ہے۔ رہا مسئلہ سوراج یعنی آزادی ہندوستان اسکو جو لوگ تلک، یا گاندھی، کی تجویز اور کانگریس کا متفقہ مسئلہ کہتے ہیں وہ اپنے اُصول مذہب سے بے خبر ہیں میرا دعوہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر سب سے بڑا آزادی کا معلّم قرآن، و مذہب اسلام، ہے۔ آزادی کی عمیق و وقیع تعلیم ہم کو دربار رسالت سے ملی ہے کیا فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے وہ الفاظ جو حضرت عمرو بن عاص والئے مصر سے فرمائے تھے صاف صاف نہیں بتاتے کہ "آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے" اور کیا سپہ سالار لشکر اسلام کی گفتگو امیر لشکر فارس سے ظاہر و عیاں طور پر یہ نہیں سمجھا دیتی کہ مسلمان ہمیشہ حصول آزادی میں ساعی اور دوسری قوموں کو بھی آزادی دلوانے کے داعی رہے ہیں۔ کیا کوئی مولوی صاحب کسی فقہ کی کتاب اور حدیث کی باب سے یہ حکم دکھا سکتے ہیں کہ تم کافروں کی رعیت ہو کر اس طرح رہو۔ بخلاف اسکے حدیث و فقہ کی کتابوں میں ہر جگہ یہی ابواب و احکام ملیں گے کہ کافروں کو اس طرح رکھو۔ گویا مسلمان تو کافروں کی غلامی کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے اور آزادی اُس کا فطرتی و مذہبی حق ہے، حالات موجودہ میں جو جدّ و جہد ہے اُسکو ہم ملکی بھی کہتے ہیں کیونکہ ہمارے ملک کی دوسری قوم ہنود بھی نصاریٰ کی غلامی سے رستگاری و خلاصی چاہتی ہے اور یہ جدّ و جہد ہمارا مقدس مذہبی فریضہ بھی ہے جسکے لئے ہم مستقلاً بھی سعی کے ہاتھ پاؤں ہلاتے ہیں۔ نیز ہم پر جو مظالم منجانب حکومت ہوئے ہیں اور عُمّال حکومت کے تلخ و سخت رویہ سے ہمیں جو ایذا پہونچی ہے اُسمیں ہنود بھی شریک ہیں لہذا ہم اور وہ دونو ملکر حکومت کے مظالم کے اظہار اور اُسکی جابرانہ طرز سے علحدگی کے اسباب و آواز میں متفق ہو کر ایک جگہ

نظر آتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسمیں کیا قبح شرعی ہے اور ایسے حالات میں ہندو کے ساتھ ایسا کام ملکر کرنا کیوں مذموم ہے۔ حاضرین مجلس۔ میرے دوست آپ کے شہر کے فاضل علیگڈھ کالج کے شعبہ دینیات کے پروفیسر جناب شاہ مولوی سلیمان اشرف صاحب نے اپنے رسالہ الخطاب میں ایک روایت لکھی ہے اسکو سنیئے۔

بدر کی لڑائی میں ابوالبختری کفار قریش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر آتا ہے، حضور سید العلمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابوالبختری کو کوئی قتل نہ کرے بلکہ اسپر قابو پائے تو اسکو زندہ اور باعزاز ہمارے پاس لائے اس واسطے کہ مکہ میں جس زمانہ میں دوسرے دشمن ہمکو ایذا دے رہے تھے اس وقت ابوالبختری اُن کا شریک کار نہ تھا اور خموش و غیر جانب دار تھا۔

بھائیو! اس روایت کو سنکر آپ لوگ غور کریں کیا اس اُسوۂ حسنہ سے تمہارا اتفاق، و مسالمت، و مصالحت ہنود صحیح نہیں ذرا غور کرو جبکہ تمہارا مقام خلافت نصرانیوں نے اُجاڑا جس وقت عراق پر غاصبانہ قبضہ کیا۔ ہاں جبکہ وہ عظمت حرمین کو خریدنے کی فکریں کر رہے تھے تو کونسا رجواڑا اور کونسا ہندو بحیثیت ہندو اُن کے ساتھ چڑھ دوڑا تھا اور کیا کم سے کم اس وقت ہندوستان کے ہندو خموش و غیر جانب دار نہ تھے اور جب تو کیا اُن سے اتنی مسالمت و مصلحت بھی روا نہ ہوگی حالانکہ ابوالبختری کی باوجود مقابلہ میں آنے کے صرف خموش و غیر جانب دار رہنے کے سبب جان بخشی کر دی گئی تھی۔

بھائیو! میں مکرر عرض کرتا ہوں تم پابندئ احکام اسلام کے ساتھ قدم زن رہو۔ خدا کے فضل پر تمہاری نظر ہو اور اُسکے رسول کا اُسوۂ حسنہ تمہارا راہبر، آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ زمانہ کس درجہ پُرخطر ہے اور وقت کتنا پُر فتن۔ حق کہنے حق مانگنے پر زبانیں بند کی جاتی ہیں، علماء و عمائد قوم و ملک کی گرفتاریاں عمل میں آتی ہیں مگر خوب یاد رکھو یہ امتحان ہے اور جائزہ، پھر انشاء اللہ میدان تمہارا ہے۔ میں تو اکثر مواقع پر کہہ چکا ہوں کہ بجائے

خفیہ کے معمولی انسپکٹران کی حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار آئیں اور ہمارے بیانات و مطالبات
ہم سے سنیں تو انکو معلوم ہو کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ میرا دعوہ ہے کہ کوئی سمجھ دار انگریز بھی میری
چار تقریریں سننے کے بعد ترک موالات کو خطرناک یا باغیانہ تحریک نہیں کہہ سکتا بلکہ اُسکے
دل میں اگر انصاف و انسانیت کا ذرہ بھی اثر ہے تو اُسکو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حکومت کی
وعدہ خلافیوں اور ہمارے مطالبات کی پائمالیوں کے بعد۔ عُمّال حکومت کے مظالم اور
پھر بے التفاتیوں کے ساتھ ہماری تحقیر و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنے کے بعد
جو طرز اور جو تحریک اور رویّہ ترک موالات، اور حصول آزادی کی سعی کا ہم نے اختیار کیا
اسکے سوا اور اس سے زائد کوئی دوسرا طرز اور دوسرا طریقہ امن و امان کا ہو ہی نہیں سکتا
تھا، میں پھر کہتا ہوں کہ کوئی جج، کوئی لاٹ، کوئی اور تعلیم یافتہ انگریز ہم سے ہمارے مفصل
بیانات و دلائل و وجوہات سُنے اُسکے بعد اپنی رائے ظاہر کرے کہ یہ تحریکیں امن کے ساتھ
حقوق انسانیت حاصل کرنے کی ہیں اور غیر متمدن انسانوں کے جذبات صادقہ کے مناسب
ہیں یا ملک گیری کی ہوس اور تشدّد آمیز و باغیانہ نہج کی ہیں۔

میں کہتا ہوں ہم آج تشدّد کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ہمیں اپنے نبی کے اُسوہ حسنہ سے سبق
مل رہا ہے کہ ہماری آجکل کی زندگی حضور پاک کی مکّی زندگی کا نمونہ ہے لہذا اس وقت
ظلم سہیں گے۔ جور اُٹھائیں گے مگر ہاتھ نہ بڑھائینگے البتہ بلالؓ کی طرح حق کہیں گے،
اور دار و رسن پر بھی اظہار صداقت کئے جائیں گے اور پھر جب خداوند کا فضل ہمکو
مدنی زندگی کا عالم بخشے گا تو اُس وقت یقیناً وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
کی طاقت سے اپنے دست و بازو کو حرکت میں لائیں گے مگر یہ مسئلہ ہر غیر مسلم کو معلوم ہونا
چاہئے کہ زمانہ امن و وقت جنگ دونوں حالتوں میں مذہب اسلام ظلم، وجور سے
منع کرتا ہے بیجا شمشیر زنی اور ناروا تیغ رانی ہمارے یہاں درست نہیں۔ بچوں، عورتوں
بوڑھوں کی جان ہر حالت میں اسلام محفوظ رکھتا ہے یہ یونان کے خونخوار درندوں کی

طرح جمعیت ہم کو نہیں بتائی گئی ہے کہ لڑائی ہے طاقتور فوج سے اور خون بہایا جارہا ہے خورد سال بچوں کا۔ معاملہ ہے ملک و مملکت کا اور عصمت لیجارہی ہے عورتوں کی۔ یہ ناپاک خصلتیں الحمدللہ کہ مسلمانوں میں کبھی نہیں آسکتیں۔ میں صاف صاف کہتا ہوں جہاد جس کا نام سُنکر غیر مسلم بھڑکتے ہیں اور اگر کوئی مقرر تقریر میں دو ایک بار اس لفظ کو بول جائے تو خفیہ و علانیہ حکام و عمّال اُسکی تقریر کو بم سے زائد مہیب و خطرناک سمجھنے لگتے ہیں اگر غور کریں تو انکو معلوم ہو کہ ملکی و قومی لڑائیوں میں جو وحشیانہ افعال سرزد ہوتے ہیں اور جو خلاف انسانیت قتل و غارت گری آج دعویداران علم و تہذیب قوموں تک میں پھیلی ہوئی ہے اُس کا استیصال اگر کوئی صورت کر سکتی ہے اور لڑائی میں بھی اصول اخلاق، و انسانیت، و فطرت کو ملحوظ رکھنے والی کوئی طاقت ہوسکتی ہے تو وہ صرف اسلامی جہاد کی طاقت ہے۔ آج جس غیر مسلم فاتح قوم کی تاریخ چاہیے پڑھ لیجیے اور جس تذکرہ کو چاہیئے دیکھ لیجئے ہمیشہ لڑائی میں اور لڑائی کے بعد ظالمانہ سلوک اور بھیمانہ طرز عمل، فاتح و غالب کا مفتوح و مغلوب کے ساتھ نظر آئیگا، بخلاف فاتح اعظم اسلام کی تاریخ کے یہ ہمیشہ لڑائی، و صلح، امن، و فتح، ہر حال میں اصول جہاد کی رحیمانہ اداؤں کی بارش کرنے والا دکھائی دیگا۔ کسکو نہیں معلوم کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ پر فتح پائی۔ اور وہ قوم اور وہ جماعت گردن جھکائے سامنے لاکر کھڑی کی گئی جس میں حضور پاک کو گالیاں دینے والے بھی تھے۔ اور سرکار کی چادر پکڑ کر کھینچکر گلا گھونٹنے والے بھی، ہاں اُن میں آپکی راہ میں کانٹے بچھانے والے بھی تھے اور آپکو گھر سے نکالنے والے بھی، وہ بھی تھے جنھوں نے آپکو زخمی کیا تھا، اور وہ بھی جو آپ پر پتھر برسا چکے تھے، ایسے بھی تھے جو اُن کے چچا کو چورنگ کرنے والے اور اُن کا کلیجہ چبانے والے تھے، اور ایسے بھی جو آپکی دادی کی قبر کھود کر اُنکی بوسیدہ ہڈیاں جوتیوں سے کچل کر آپ کا دل دکھانے والے تھے۔ غرض کہ یہ سب ظالم و سفاک تھے اور اُن کو یقین تھا اور زبان سے اقرار

کرتے تھے کہ ہم ہر سزا کے لائق اور ہر تعزیر کے مستحق ہیں مگر اسلام کے مجاہد اول حضور پاک نے کیا کیا؟ سب کو بخشدیا، اور کہدیا تم تو تم جو تمہارے گھروں میں آجائے اسکو بھی امان ہے۔ خوب سمجھ لو! اسلام کی جنگ ملک گیری کے لئے نہیں ہوتی اسلام کا معرکہ تخت و تاج اور تغلب و تصرف کے لئے نہیں ہوتا، اسلام ہمیشہ خداوند کے جلال اور قدوس کی خلافت کے بقا کے لئے لڑتا ہے اور دُنیا کو دکھاتا ہے کہ سازش، مکر، دغا، بیجا ہیجان پھیلانا نہ اسلام کی تعلیم ہے نہ اُس کا حکم ہے وہ جب تک ملی زندگی کے عالم میں ہے خموش و مطمئن ہے خواہ زبان بندی ہو یا ایک سو چوبیس ۱۲۴ وایک سو آٹھ ۱۰۸ کا نفاذ، ہاں جب خدا مدنی زندگی بخشے گا تو باعلان اس کا دوسرا عالم ہوگا ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

برادرانِ ملت! ہمارا کام اس وقت بہت حزم واحتیاط سے جاری رہنا چاہیئے اندرونی وبیرونی مخالفتیں دونوں ہم پر حملہ آور ہیں، ہمارے اجزا واعضا خود ہم پر مظالم کر رہے ہیں پھر غیروں کی شکایت کیا، آپ کے صوبہ بہار میں میں نے سُنا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں کشیدگیاں ہیں اور خدانخواستہ یہ بھی مسموع ہے کہ آنے والی عید الضحیٰ پر قربانی کے متعلق فساد کا اندیشہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اہل اسلام وہنود دونوں کے سر برآوردہ پیشوا وعلما اس مسئلہ کو صاف کر چکے کہ قربانی گائے کے مسئلہ میں اُلجھنا اور اس مبحث پر لڑنا عقل کے خلاف ہے۔ اس جلسہ میں جو ہندو لیڈر ہیں میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ گائے کی قربانی مسلمانوں کا مذہبی حق ہے یا نہیں؟ اور مسلمان جب سے ہندوستان میں آئے ہیں برابر ہندوستان میں ہر سال اسکو ادا کرتے چلے آرہے ہیں یا نہیں؟ اور اُن کا یہ حق خود ساختہ یا اُنکی کسی سیاسی انجمن کا قرار دادہ تو نہیں بلکہ وہ مذہب کا حکم سمجھتے ہیں۔ پھر آپکو ممانعت ومزاحمت کا کیا حق ہے؟ اور بالخصوص اس زمانۂ سیاسی اتفاق میں تو اس کا تذکرہ بھی سیاسی نقطہ نظر سے ممنوع ہے کہ یقیناً یہ

مفہوم ہوگا کہ آپ لوگ اتفاق کا معاوضہ اور اتفاق کی بیع چاہتے ہیں اور یہ نہایت شرمناک امر ہے - میں نے جناب گاندھی صاحب کی تحریر کو خود پڑھا ہے جو میرے دوست مولوی ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کے خط کے جواب میں لکھی گئی ہے، اسمیں مہاتماجی نے تصریح کردی ہے کہ جو لوگ اس زمانہ میں اس مسئلہ پر جھگڑتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور ہماری تحریک کو بدنام کرنا چاہتے ہیں - **دوستو!** میں پھر کہے جاتا ہوں کہ اگر صوبہ بہار میں قربانی پر جھگڑا ہوا تو میں اصولاً ہندو لیڈروں کو کوتاہی سعی کا الزام دے سکوں گا - اسکے بعد میں اپنے مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ بیشک قربانی اور گائے کی قربانی ہمارا حق ہے مگر فقط گائے ذبح کرنا ہی ہم پر فرض نہیں ہم اگر خود چاہیں تو بکری، مینڈھا، دُنبہ، ہمارے اس فعل مذہبی کی ادا کے لئے کافی ہیں اور اس وقت میں جب کہ احتمال فتنہ کا ہو میں صلاح دیسکتا ہوں کہ اگر از خود گائے کی قربانی ملتوی کردی جائے تو کوئی قبح شرعی نہیں ہاں اگر ہم سے ہمارا حق بالجبر سلب کیا جائے اور ہمکو زبردستی ہمارے اس حق سے روکا جائے تو مسئلہ کی صورت پلٹ جاتی ہے، اسکو ہندو بھائی بھی سُن لیں کہ اُس وقت ہم پر گائے ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے - دوسری بات مجھے مسلمان حضرات صوبہ بہار سے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کے یہاں نظام محکمہ شرعیہ جسقدر جلد ہو سکے منضبط ہو جانا چاہیئے -

میرے عزیز دوست مولوی سجّاد صاحب بانکی پور میں اسی ماہ میں جمعیت علمائے صوبہ بہار کا اجلاس کر رہے ہیں - مجھے کامل اُمید ہے کہ اُسمیں بہت زائد ضروری امور کا تصفیہ ہوگا حضرات علمائے کرام صوبہ بہار، خصوصیت سے میرے مخاطب ہیں اور دست بستہ اُنکی خدمت میں مجھے عرض کر دینے کا حق ہے کہ اس دورِ مصائب میں آپ حضرات کی ذمہ داریاں بہت اہم ہیں اور آپ کا وجود اس وقت قوم و ملک کے لئے مشعل راہ ہدایت ہے اگر جماعت علماء منتظم ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ تمام قوم و ملک کا انتظام درست ہو سکتا ہے - اس وقت کارہائے خلافت میں جتنی تعویق کی جاسکتی ہے اُس کا سبب بھی یہی ہے کہ

علمار کا جماعتی نظام منصوص و مشتہر نہیں میری دعا ہے کہ مولا تعالیٰ وہ وقت جلد لائے جبکہ ہمارے خدمات ایک منتظم حالت میں آجائیں آمین۔

دوستو! اس وقت تمہارے سامنے ایک خاص تحریک ہے جو خالص مذہبی اور خاص رشتۂ اُخوت اسلامی کی روشن برہان ہے وہ مظلومین سمرنا کی مدد ہے مجھے اُمید ہے کہ اس سرمایہ کو بھی آپ کا صوبہ خصوصیت سے کامیاب بنائے گا۔

دوسری ایک ملکی ضرورت جو تمہاری فلاح اقتصادی کی ضامن وکفیل ہے وہ **دیسی اشیا** اور دیسی پارچہ کا استعمال، اگر ہم اپنے ملک کی مصنوعات کو ترقی دیکر غیر قوموں سے مقابلہ آداہوں تو ہماری فتح یقینی ہے۔ **دوستو!** زمانہ بہتر معلم ہے اور قدرت کی طرف سے حوادث ومصائب کے عہد میں جو خاص اوقات وحالات قوموں کو اپنی دیرینہ تحریکوں کے کامیاب بنانے کے مل جاتے ہیں وہ ایک خدا کی خاص نعمت ہوا کرتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ زمانہ بھی قدرت کی طرف سے ہماری بیداری کے لئے نہایت بہتر ہے اگر ہم اسکی قدر کریں ورنہ خالی ہائے، وائے، سے کچھ کام چلنے والا نہیں۔ خدا ہم کو، آپ کو پابندی احکام مذہب کے ساتھ ہمت اور حوصلہ اور ارادہ بخشے، آمین! آمین!! آمین!!!

یہ تقریر جسکا مختصر خلاصہ پڑھا گیا تقریباً تین گھنٹہ کی گئی تھی۔ اسکے بعد سمرنا کا چندہ شروع ہوگیا تھا۔ تقریباً تین سو چندہ وصول ہوا، مولوی سجّاد صاحب اور ڈاکٹر سید محمود و مولانا سید سلیمان صاحب خود چندہ مانگتے تھے۔

دو بجے شب کے کانفرنس سے واپسی ہوئی۔ سو گیا۔ صبح ۸ بجے پھر کانفرنس کا اجلاس ہوا، چند تجویزیں پیش ہوئیں۔ جناب شائق احمد صاحب عثمانی مدیر دور جدید روزانہ کلکتہ، و ڈاکٹر سید محمود صاحب، و بابو راجندر پرشاد، و مولوی علی عظیم محرک و موٴید ہوئے، ۱۱ بجے اجلاس ختم کرکے میں صاحب سجادہ بہار کی

دعوت میں گیا خانقاہ میں قوالی ہو رہی تھی جب وہاں پہونچ گیا تو بیٹھ گیا، مگر میری نسبت
قادریت کے لحاظ سے مزامیر بند کر دئے گئے۔ کچھ دیر وہاں حاضر رہا، پھر دوسرے مکان
میں جاکر کھانا کھایا۔ اور قیام گاہ پر آیا۔ آکر بلگام و بمبئی کے تار ملے کہ فوراً آئیے۔
مولانا محمد فاخر صاحب بھی تشریف لے آئے تھے اُن سے ملاقات کی اور فوراً قصد
روانگی کیا، ۹ تاریخ ۱۱ بجے بہار شریف سے روانہ ہو گیا۔ بختیار پور سے گاڑی تیار مل گئی
جس سے رات بھر چلکر صبح ۴ بجے مغلسرائے پہونچا۔ مغلسرائے ۷ بجے میل مل گیا۔
اس ریل کے سفر میں صرف ایک واقعہ قابل تذکرہ ہے۔ بختیار پور اور مغلسرائے کے رات
کے سفر میں ایک ہندو تعلیم یافتہ سے ملاقات ہوئی، گورنمنٹ ملازم ہیں، مگر خیالات بہت
اچھے ہیں، تصوّف کا خاص ذوق ظاہر کرتے ہیں، کئی گھنٹے باتوں کے بعد مجھ سے
سلسلہ قادریہ کے خاص اشغال پوچھنے لگے، تسخیر کے عمل کی بہت تلاش رکھتے ہیں،
میں نے کہا آپ کو خود پر تو اختیار نہیں غلام بنے ہوئے ہو اور دوسروں کو مسخّر کرنا چاہتے ہو
چند اعمال کی اجازت کے طالب ہوئے، عرض کر دیا میں طالب علم ہوں مشائخ نہیں ہوں
مجھے میرے اکابر سے تعلیم ملی ہے کہ بغیر اسلام کوئی ذکر و شغل مفید نہیں، میں آپکو اسلام کی
تبلیغ کرتا ہوں اسکو قبول کیجئے پھر اعمال و وظائف کا مرتبہ ہے، بولے مجھے تو بہت مشائخ سے
اعمال و وظائف پہونچے ہیں میں نے کہا انکو ایسا اختیار و حکم ہوگا مگر میں معذور ہوں، کہتے
تھے اسلام کی خوبیوں کا قائل ہوں اور اُسکو سچا مذہب خیال کر چکا ہوں میں۔ نے کہا
تو پھر بسم اللہ اقرار لسانی دیجئے اور برکات الٰہیہ سمیٹئے، مغلسرائے سے وہ دہلی چلے گئے
چوہی الہ آباد کے قریب اسٹیشن سے مولوی نثار احمد صاحب کانپوری ساتھ ہو گئے
۱۱ شوال کو ۱۲ بجے دن کے بمبئی داخلہ ہوا۔ بوری بندر اسٹیشن پر سید محمد حسین اور نواب
اسمٰعیل خاں مل گئے، ان سے معلوم ہوا کہ شوکت علی صاحب محمد علی صاحب مولوی
ابو الکلام ڈاکٹر کچلو رات کو پونا گئے وہاں میرا انتظار کرینگے اور مجھے فوراً پونا ۲ بجے

کے میل سے جانا چاہئے جاؤں سب ساتھ بلگام جائیں گے مگر بوجہ کسل میں اس وقت سفر کے قابل نہ تھا۔ ان دونوں دوستوں کے ساتھ تاج محل ہوٹل آگیا مغرب تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا معظم علی صاحب آئے اور کہا آپ کے لئے محمد ظہور بیرسٹر الہ آباد والے کیا ئی گئے ہوئے ہیں کہ وہیں سے آپکو پونا لیجائیں تعجب ہے جو نہ ملے بہرحال رات کو ۱۰ بجے کی گاڑی سے بلگام کو روانہ ہوا۔ صبح پونا پہونچا، پونا سے لائن بدلی دوسری گاڑی ملی جسمیں دن بھر چلا رات کو ۸ بجے گوکاک اسٹیشن پہ پہونچا۔ رضاکاروں کی جماعت موجود تھی۔ بارش ہورہی تھی۔ موٹر پہ سوار ہوا، معلوم ہوا یہاں سے آبادی ۷ کوس ہے۔ موٹر چلا، پہاڑی راستہ کی بلندیاں شروع ہوئیں، تمام راستہ سبزہ زار اور کوہستانی پھولوں کی بو سے مہکتا ہوا ہوا خنک، ترشح کا لطف، پہاڑی سفر، کبھی بلندی کبھی پستی، ہماری قوم کی ترقی و تنزل کا عکسی آئینہ، غرض کہ ۱۰ بجے بستی میں داخلہ ہوا، ایک مکان کے سامنے موٹر رکا بھائی شوکت علی صاحب نے آگئے آگئے کی صدا بلند کی، مکان میں پہونچا، محمد علی صاحب نے سیف الدین کچلو صاحب و مولوی عبدالعلیم میرٹھی سے ملاقات ہوئی۔ میں کھانے کو بیٹھا اور یہ سب لوگ گوکاک کی انجمن اسلامیہ کے جلسہ میں گئے۔ گوکاک، و بلگام علاقہ کرناٹک جنوبی ہندمیں ہیں، یہاں سے آگے بڑھکر پرتگالی سرحد بھی شروع ہوجاتی ہے، یہاں کے پہاڑی علاقے بہت شاداب ہیں اور مناظر جبال نہایت دلچسپ و نظر فریب، گوکاک مختصر سی بستی ہے، ضلع بلگام کی خلافت کانفرنس کا انعقاد یہیں ہے جس کا میں صدر مقرر ہوا ہوں، بوجہ تکان احباب کی واپسی سے قبل سوگیا۔

۱۸ر جولائی کی صبح ہے، آج خلافت کانفرنس کا اجلاس ہے، ترشح ہورہا ہے امید نہیں کہ جلسہ کامیاب ہوسکے، ہم لوگ ۸ بجے پہونچے، باوجود ترشح کے مجمع کافی ہے پنڈال بانس کی ٹٹیوں سے پاٹا گیا ہے، بارش کی روک ہے، ہنود زائد ہیں۔ بلکہ تمام

علاقہ مرہٹوں کا ہے، تلاوت قرآن کے بعد مولوی قطب الدین صدر خلافت کمیٹی بلگام نے خطبہ صدارت استقبالیہ پڑھا۔ مولانا محمد علی صاحب نے ایک مختصر تقریر میں میری صدارت کی تحریک کی اور اپنی نسبت سے جو کچھ جی میں آیا کہا، تائید مولوی عبدالعلیم میرٹھی نے کی اور کہا مولانا عبدالباری وعبدالماجد جیسے علما کی ہمکو ضرورت ہے باقی اس زمانہ میں حق کو چھپانے والے خواہ بریلی کے علما ہوں یا دیوبند کے ہم کو اُنکی حاجت نہیں۔

اس تحریک وتائید کے بعد مجھکو خطبہ صدارت دینے کے لئے صدر مقام پر آنا پڑا۔ ہندو مسلمانوں کا مجمع باوجود بارش کے اور پنڈال میں کہیں کہیں سے پانی آنے کے نہایت سکون وخموشی سے بیٹھا ہوا تھا، مجھ سے بھائی محمد علی صاحب نے کہا تھا کہ یہاں اُردو کم سمجھی جاتی ہے اور بالخصوص تیز اور جلد بولنے میں تو یہاں کے لوگ محروم رہجائینگے دوسرے یہاں عام فہم اور سلیس اُردو ہو، میرے لئے یہ فرمائش ایسی ہی مشکل تھی جیسے بنگالیوں سے غالب کے اشعار کا مطلب سمجھنا، بہرحال فرض انجام دینا تھا حاضر ہوا۔

خلاصہ خطبۂ صدارت خلافت کانفرنس ضلع بلگام (علاقہ کرناٹک جنوبی ہند)

حضرات عائد قوم! و عام حاضرین!!

میں مسلسل ۱۰ دن سے سفر کر رہا ہوں، آپ کے یہاں بغداد سے پہونچا ہوں، دل ودماغ بیقابو ہیں، اور طبیعت کسلمند، ایسی حالت میں صدارت کے اہم فرائض کا انجام دینا بہت دشوار ہے۔ تاہم آپ حضرات کے اس حُسن ظن کو نباہنا میرا کام جو مجھے صدارت کے لیے منتخب کر کے میرے ساتھ قائم کیا گیا ہے، خدا آپ حضرات کو برکت دے۔

دوستو! آجکل کسی طویل تمہیدی تقریر میں وقت صرف کر کے فصاحت وبلاغت کے کمال دکھانے کا زمانہ نہیں ہے بلکہ ہمارے سامنے ہماری موت، اور زندگی کا سوال

درپیش نہ ہے اُسپر توجہ کرنی ضروری، آج جس طرح ہم آپ مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں
میں کہہ سکتا ہوں کہ ایسا وقت ہم پر کبھی نہیں آیا۔ بیشک ہم پر وہ وقت بھی آیا ہے جبکہ مکہ ہمارے نبی سے چھڑایا گیا اور
اسلام کی روزافزوں ترقی کو روکنے کے خیال میں خدا کے گھر سے خدا کے محبوب کو جُدا کر دیا گیا، مگر پھر کیا ہوا
اور مدینہ کے نخلستان سے کیسا کچھ ظہور اسلام ہوا۔

ہم پر وہ بھی وقت آیا ہے جبکہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں پہلے پہلے مرتدین عرب
نے سر اُٹھایا اور پھر روم وشام و فارس کی شاہنشاہیوں نے اتفاقی کوششوں سے
ہم کو مٹانا چاہا مگر نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔

پھر ہم پر وہ وقت بھی آیا ہے جب کہ کربلا کے میدان میں یزیدی لشکر نے سید الشہداء
کے ساتھ انتہائی ظلم وجور کا سلوک کیا مگر وہ بھی ہمارے دبدبہ کو نہ زائل کر سکا بقول محمد علی جناب

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسکے بعد ہم پر وہ وقت بھی آیا ہے جب کہ تاتاری سیلاب نے ہماری مرکز خلافت اور بغدادی
اقتدار کو زائل کرنے میں کوئی کمی نہ کی اور دجلہ، وفرات، کو خون سے رنگین کر دینے میں اپنی
خونخواری کو ایک یادگار بنادیا۔ مگر پھر بھی مصر میں نشان خلافت چمکتا رہا۔

ہاں ہم بہت بار اُجڑے ہیں اور بیشک اُندلس کے عیسائیوں نے ہماری اسپین
کی حکومت کا خاتمہ کر دیا ہے مگر وہ بھی دنیا سے اسلام کو نہ مٹا سکے اور مسلمانوں کو ہر جگہ سے
بے گھر بے در نہ بنا سکے۔

لیکن دوستو! میں پوچھتا ہوں آجکل جسطرح تم برباد کئے گئے ہو اسکی مثال بھی کہیں ملتی ہے
اور آج بھی تمہارے لئے کوئی جائے امن ہے کہ اگر ایک جگہ سے نکالے جاؤ تو دوسرا
یا امن ٹھکانا تمکو مل جائے؟ آہ! آج تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟ عراق تمہارا نہیں، فلسطین
وشام تمہارا نہیں، مصر و ہندوستان تمہارا نہیں، مرکز خلافت تمہارا نہیں، اور تو اور مکہ

ومدینہ، جہاں کے حرم میں جانوروں کو بھی پناہ مل جاتی ہے، تمہارے لئے وہ جائے پناہ نہیں
پھر کہو تمہاری اس بربادی کی کوئی نظیر ہو سکتی ہے ہرگز نہیں، میں اس مقام پر رونا رُلانا
نہیں چاہتا بلکہ میرا فرض ہے کہ تم کو اس بربادی و بیکسی کے اسباب سے مطلع کردوں اور
تم کو بتادوں کہ مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب کیا ہیں؟ اور ہم کیونکر کامیاب ہوئے اور
کس وجہ سے پستی و ناکامی میں جا کر گرے، ہم کو خلافت کے ممتاز مرتبہ پر کس چیز نے فایز کیا
تھا اور فتوحات ممالک کی کنجیاں ہمارے ہاتھوں میں کس طرح آئی تھیں؟ یہ بتانے کے لئے
میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسلام کی تاریخ کا صرف ایک اشارہ کردوں اور ہادئ اسلام کی
تعلیم و دعوت کا صرف ابتدائی نمونہ تمہارے سامنے لے آؤں۔

برادران من! دعوت توحید کا وہ سیلاب جس نے ہر کوہ شکوہ قوت وطاقت کو خس و
خاشاک کی طرح بہا دیا اور اور جہان کی ہر مجموعی و انفرادی ہمت و مقاومت کے دھارے کا
مُنہ شکست دیکر دوسری طرف پھیر دیا، وہ عرب میں مکّہ کی سرزمین سے ہاشمیوں کے محلہ کے
ایک چھوٹے سے ٹوٹے خس پوش مکان کے نیچے سے اُٹھا اور فاران کی بلندیوں پر جا کر دُنیا
کے سامنے آیا۔ وہ کونسی طاقت تھی جو اسکو روکنے کے لئے نہ بڑھی اور وہ کونسا ولولہ
تھا جو اسکو دبانے کے لئے نہ اُبھرا؟ مگر قدرت کی حمایت اور الٰہی جبروت کا وعدہ جسکو
پورا ہونا تھا وہ پورا ہو کر رہا، اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ عالم کی ہر مادّی قوت گھٹائی مٹائی
جاسکتی ہے مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت وطاقت گھٹنے مٹنے کے لئے نہیں ہے۔
یہ اللہ کی خلافت ہے، جو اپنے خدمات انجام دیکر رہے گی۔ اسکے لئے ظاہری ساز و
سامان کی ضرورت نہیں اور نمائشی فوج ولشکر کی اسکو حاجت نہیں۔ یہ بے خلیفۃ اللہ اور
حق کا داعی فاقہ کرکے اور کمبل پہنکر شاہنشاہیاں اُلٹ دے گا اور غریب مسکین
رہ کر تخت و تاج کو ٹھکرائے گا۔ دیکھو ۵ھ میں مدینہ گھرا ہوا ہے مختلف جماعتیں
چڑھائی کرکے آئی ہیں مدینہ کے آس پاس خندق کھودی جارہی ہے ایک پتھر آکر حائل

ہو جاتا ہے اکثر صحابہ زور آزما ہوتے ہیں مگر وہ پتھر نہیں ٹوٹتا، سرکار کو خبر ہوتے ہی خود بدولت تشریف لارہے ہیں صحابہ سے کدال لیا، ہاتھ بلند کئے، کدال کی ضرب پتھر پر لگا ئی ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا، سرکار نے تکبیر کہی صحابہ نے اقتدا کی پہاڑیاں اس شور تکبیر سے گونج اٹھیں دوسری اور تیسری ضرب پر بھی پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر خندق صاف ہوگئی اور ہر بار تکبیر کہی گئی اور پھر مژدہ دیا گیا کہ شام، روم، فارس، مجھے رب نے بخش دیے، منافقین ہنستے کہ حفاظت کے لئے خندق کھودی جارہی ہے اور حوصلہ یہ ہے کہ شام، روم لیلیا مگر بہت تھوڑے عرصہ بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ جو فرمایا گیا تھا وہ پورا ہوا اور وہی غریب مزدور جماعت دنیا کے خزانوں کی مالک ہوگئی، سرکارؐ نے صاف صاف بشارت دیدی تھی کہ یقیناً دنیاوی ترقیاں بھی تمکو ملیں گی، اور اللہ کی زمین کی خلافت بھی تمکو سونپی جائیگی مگر دیکھو دنیا میں محو و جذب ہوکر نہ رہ جانا اور اللہ کی رضا سے دور نہ ہو جانا سنو سنو!

ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ تعالیٰ مستخلفکم فیہا فینظر کیف تعملون، (مسلم ونسائی عن ابی سعید)

اس شاداب و چکنی چپڑی دنیا کی خلافت تمکو دیجائیگی اور پھر تمہارا عمل وروّیہ دیکھا جائیگا کہ کیونکر اسکو سنبھالتے ہو، ہم تم کو فتوحات و برکات دلوانے میں کمی کرنے والے نہیں ہیں ہاں تم کو اہل رہنے اور صلاحیت کار میں مستعد و مستقل ثابت ہونے کی ہدایت دیتے ہیں تم جب تک مسلمان اور تابع فرمان خدا و رسول ہو بیا پر خدائی برکات تم کو ملتے رہیں گے سنو! سنو!! ستفتح علیکم الروم فلا یعجز احدکم ان یلھو باسھمہ (مسلم عن عقبہ ابن عامر) شام، داناطول، قبرس، نادرشاہ کی رومیوں کے قبضہ میں تھے جو اکثر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور قبرس وغیرہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر مفتوح ہوئے، عباسیوں نے تمام ایشیائی علاقہ کو لے لیا۔ اور قیصر قسطنطنیہ کو باجگذار بنالیا، پھر [illegible] کی خلیفہ محمد ابوالفتح

نے خاص دار السلطنت قسطنطنیہ کو فتح کر دیا۔ اور ہمارے نبی کی بشارت پوری ہو گئی اور رہنے والوں کو دکھا دیا گیا کہ اللہ کی زمین پر حقِ خلافت غلامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

فتح عجم
ستفتح علیکم ارض العجم الخ (ابو داؤد، عن ابن عمر)
حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کے عہد میں ایران عجم کا زائد حصہ فتح ہو چکا تھا، بعد کو بنو امیہ کے زمانہ میں تمام ایران خراسان، اور ترکستان، وغیرہ مفتوح ہوئے۔

فتح خوزستان و کرمان
لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا خوزاً و کرمان من الاعاجم الخ (بخاری عن ابی ہریرہ) خوزستان و کرمان سیدنا عثمان کے عہد خلافت میں فتح ہوئے۔

کسریٰ کے قصر ابیض کے خزانہ پر مسلمانوں کا قبضہ
لتفتحن عصابۃ من المسلمین کنز ال کسریٰ الذی فی الابیض۔ (مسلم عن جابر) حضرت فاروق اعظم کے عہد میں سعد ابن وقاص کے حکم سے مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا مدائن دار السلطنت فتح ہوا، یزدجرد نے فرار کیا۔ تمام خزانہ جو کوشک سفید میں تھا قبضہ میں آیا۔

فتح مصر
ستفتحون مصر، وھی ارض یسمّٰی فیہا القیراط فاستوصوا باھلہا خیرا فان لھم ذمۃ و رحما۔ (مسلم عن ابوذر) قیراط مصر کا مشہور سکّہ ہے یہ پتہ بتا دیا گیا تھا۔ دوسری بات جو وہاں کے لوگوں کے لئے امان بخشش کی فرمائی گئی اُس کا سبب یہ تھا کہ ماریہ قبطیہ مصر کی تھیں جنکے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اس واسطے فرمایا گیا کہ بعد فتح اُن سے اچھا سلوک کرنا کہ اُن سے رشتہ ہے۔ حضرت عثمان کے عہد میں مصر فتح ہوا۔

فتح قسطنطنیہ
لتفتحن القسطنطنیہ ولنعم الامیر امیرھا ولنعم الجیش جیشھا (احمد) ۸۵۷ھ میں یہ فرمان پورا ہوا ابو الفتح سلطان محمد ابو الفتح نے نہایت دھوم دھام سے قسطنطنیہ فتح کیا۔

فتح ہندوستان

وعن نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند (بیہقی ابی ہریرہ)
ہندوستان پر عرب کا سب سے پہلا حملہ خلافت فاروقی کے تیسرے سال ۱۵ھ اتفاقاً ہوگیا
حضرت عمرؓ کی بغیر اجازت ایک افسر نے خود بخود براہ خشکی حملہ کر دیا مگر اس عہد میں سرحد
ہند سے آگے عرب نہ بڑھے، حضرت عثمانؓ کے اولین عہد میں عبداللہ ابن عامر کے حکم
سے عبدالرحمٰن ابن سمرہ بن حبیب والئے سیستان نے زرنج سے آگے بڑھ کر
سندھ کے اُن تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا جو زرنج وکش کے درمیان تھے۔ اسکے
بعد حضرت علیؓ کے عہد میں سندھ پر ایک مستقل اور کامیاب حملہ ہوا۔
بنو اُمیہ کے اوائل خلافت میں محمد ابن قاسم نے حجّاج ثقفی کی ہدایت سے
بلاد سندھ کے اکثر حصوں کو فتح کر لیا۔ پانچویں صدی ہجری میں سلطان شہاب الدین
غوری نے ہند پر پہلا حملہ کیا۔ سلطان محمود غزنوی نے بارہ فاتحانہ حملے لئے جسکے بعد سے
مسلمانوں کی باضابطہ حکومت ملک ہند میں قائم ہوگئی بہت سے اسلامی خاندانوں نے
فرمانروائی کی جن میں کا آخری باجبروت خاندان مغلیہ تیموریہ ہے۔
حضرات! یہ جو کچھ آپ کے سامنے بیان ہوا سب حدیث کا مضمون اور نبی کریم کی
پیشین گوئیوں کا ترجمہ تھا، آپ اپنی فتوحات کا حال سُنکر خوش ہوئے ہونگے مگر یاد
رکھئے آپ کے تنزل کا سبب بھی یہی فتوحات ہیں، سُنئے عن ابی سعید قال
جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وجلسنا حولہ فقال
ان مما اخافُ علیکم ما یفتح اللہ علیکم من زھرۃ الدنیا وزینھا
فرماتے ہیں فتوحات کے بعد ڈر ہے کہ تمکو دنیا کی دلفریبیاں کہیں نہ موہ لیں۔ غور کرو
کہ کس قدر صحیح تنبیہ کی گئی ہے اُسکے بعد سوچو کہ یہی ہوا کہ ہماری ترقیاں سبب تنزل
بنگئیں اور ہمارا دنیا میں جذب و محو ہو جانا ہی ہمیں لے ڈوبا۔ جسکی صورتیں اور حالتیں
بھی سرکار نے بتا دی ہیں فرماتے ہیں۔ والذی نفسی بیدہ لا تقوم الساعۃ

حتی تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم و یرث دنیاکم شرارکم

(ترمذی عن حذیفہ)

مسلمانوں کا اپنے اماموں سے جنگ کرنا جسکو سبب ضعف بتایا گیا ہے ابتدا سے شروع ہو گیا چنانچہ حضرت عثمان سے مصر والوں نے بغاوت کی، حضرت علی اور جناب امیر معاویہ میں کشیدگی ہوئی، اور ناحق خونریزی تک نوبت پہونچی۔ عبداللہ ابن زبیر پر عبدالملک نے فوج کشی کی، بنو امیہ اور بنو ہاشم میں وقتاً فوقتاً لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخری بڑی خونریزی کے بعد بنو عباس تخت خلافت پر متمکن ہوئے بنو عباس کے زمانہ میں بھی یہ سلسلہ بند نہ ہوا۔

خلافت کے متعلق فساد

اذا بویع لخلیفتین فی وقت فاقتلوا الآخر منهما (مسلم عن سعید)

اس ارشاد میں کس قدر نظام قومی و ایک مرکز کو مستقل و برقرار رکھنے کا شدید حکم ہے، بیشک جب تک خلافت کے متعلق فسادات نہوئے اور امام کی تسلیم میں قوم کی گردنیں خم رہیں برکات و فتوحات کا علم لہراتا رہا گذشتہ زمانہ کو چھوڑ کر آج دیکھئے اس جنگ یورپ میں خلیفۃ المسلمین اور مرکز خلافت کو جتنا نقصان عربوں سے پہنچا اور اماکن مقدسہ و جزیرۃ العرب کا خطرہ جسقدر مہیب شریف کی مخالفت سے ہو گیا اتنا نقصان عیسائیوں سے نہ پہنچا بلکہ عیسائیوں سے بھی جو نقصان پہنچا اُس کا سبب بھی عربوں کی بغاوت اور شریف صاحب کی مخالفت ہوئی۔

دوستو! آج ہم ہندوستان میں ترکی بھائیوں کے لئے غمگین ہیں، خلافت مقدسہ کے زوال اقتدار کے لئے نالاں ہیں، مگر میں پوچھتا ہوں کہ ہمارا خالی نالہ و شیون اُن کو یا ہم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے ہرگز نہیں اور کیا ہم فقط کانفرنسیں کر کے اُس فرض کو انجام دے سکتے ہیں جو ہم پر خلافت کی تباہی اور جزیرۃ العرب کی خدانخواستہ بربادی کی دقت میں عائد ہو رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر ہم کیا کریں ؟ بھائیو اسکے جواب میں میں کوئی جوش افزا تقریر نہیں کرنا چاہتا نہ یہ وقت جذبات اُبھارنے اور ہیجان پھیلانے کا ہے بلکہ جذب جذبات کے ساتھ خموش و مطمئن طریقہ سے کام کرنے کا وقت ہے ۔ اور ایک نصاب عمل مقرر و مشخص کر لینے کا زمانہ ہے ۔ پہلے آپکو ترک موالات کی تمام دفعات کو کامیاب بنانا چاہیئے اور حکومت سے ترک تعلقات کر کے آخر کار اعلان آزادی کر دینا چاہیئے اور آپ میں سے ہر شخص کا فرض ہونا چاہیئے کہ خلافت کی ہر خدمت انجام دینے کے لئے عہد وبیعت دے (مجمع نے پکارا ہم عہد دیتے ہیں) ٹھیرو، ٹھیرو، جلدی نہ کرو ۔ میں جو کہتا ہوں اُسکو سُن لو، اور سمجھ لو، کہ جب تم اللہ کے لئے اُٹھوگے تو تمہاری راہ میں ہزاروں ٹھوکریں آئیں گی اور سیکڑوں لغزشیں تمکو جھکولے دینگی ۔ سنو! تم قید بھی کئے جاؤگے اور تم میں سے بہت کو پھانسی بھی ممکن ہے دیجائیگی تمہاری جائدادیں بھی ضبط ہونگی اور تمکو سخت سے سخت تعزیریں بھی دیجائینگی، اگر ان تمام مصائب کو سوچکر عہد دیتے ہو تو اب خدا کو حاضر ناظر جان کر اقرار دو اور بیعت لاؤ (مجمع نے پھر پکارا ہم تیار ہیں اللہ ہماری مدد کرے) ہاں بھائیو میں بھی دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم مجھے، تمہیں ثبات وصبر و استقلال بخشے، آمین !

میں کہہ رہا تھا کہ حفاظت خلافت کی خدمت ہم پر لازم ہے جسکے لئے ہمکو حصول آزادی کی کوشش کرنی چاہیئے، اس مقام پر شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ حصول آزادی کی کوشش کو خدمت خلافت سے کیا واسطہ ؟

اسکو مختصر طور پر سمجھ لیجئے، اور ہندو دوستوں سے بھی التماس ہے کہ وہ بھی غور سے سنیں، میں کہتا ہوں سوراج ہمارا مسئلہ ہے، اور خلافت سے ہندوؤں کا قدیم تعلق ہے ۔ اول تو آزادی حاصل کرنا ہر زندہ قوم کا نصب العین ہے دوسرے مسلمانوں کو تو مذہبًا ایسا کرنا فرض ہے کہ وہ جسقدر جلد ہو سکے کافر کی غلامی سے

آزاد ہو جائیں اور خصوصیت کے ساتھ آجکل تو خدمت خلافت کا انحصار حصول آزادی پر ہے کہ جب تک ہم خود آزاد نہ ہو جائیں گے اُس وقت تک دوسرے بھائیوں کو آزادی نہیں دلوا سکتے، باقی رہا میرا یہ دعوہ کہ ہندوؤں کا تعلق خلافت سے بہت قدیم ہے اسکے لئے صرف ایک روایت تحفۃ المجاھدین کی پیش کرتا ہوں۔ سنو! ملیبار کے راجہ نے خلافت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک وفد بھیجا تھا اور یہ پہلا دن تھا کہ ہندوستان و خلافت کا علاقہ قائم ہوا۔ یہ میں نے اس واسطے عرض کیا کہ جو لوگ سوراج کو ہندوؤں کا مسئلہ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور جو لوگ خلافت کی جدّوجہد صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص رکھتے ہیں وہ بھی صحیح دماغ نہیں رکھتے، بیشک مذہبی طور پر مسلمانوں کو خلافت کے ساتھ ایک ممتاز و ناگزیر وابستگی ہے، مگر اس وقت سیاسی نہج سے ہر ہندو بھی مجبور ہے کہ خلافت کے لئے جدّوجہد کرے اور ایسا کرنے میں وہ مسلمانوں پر کوئی احسان نہیں کرتا اور نہ مسلمان ہندوؤں کی مدد کے محتاج ہیں بلکہ ہندوؤں کی سلامتی بھی اسمیں ہے کہ خلافت عثمانیہ برقرار ہے حالات بتا چکے اور شاہد درس دیگیا کہ ہندوستان میں امن و امان سے کوئی ہندو اور مسلمان بسر نہیں کر سکتا، جس وقت مسلمان ہندوستان میں ذلیل ہوئے تو کیا ہندو بچ جائیں گے اور اس وقت سے بہتر کہ خلافت کے سبب سب ہندو مسلمان متفق ہیں کیا کوئی دوسرا وقت ہندو بھی ایسا پا لینگے کہ ملکی حقوق، اور پنجاب کے خون کا انصاف، اور سوراج دہوم دول، حاصل کر لیں گے پس سیاسی نظر سے ہر ہندو کو مجبوراً مسئلہ خلافت کی جدّوجہد میں اُتنا ہی حصہ لینا ہے جتنا مسلمان لے رہے ہیں، اور ہر مسلمان کو حصول سوراج کے لئے اسی قدر سعی کرنا ہے جتنی ہندو کر رہے ہیں۔ **دوستو!** میں تمہارے علاقہ کرناٹک جنوبی ہند کے ہندوؤں میں خاص جوش اور مسئلہ خلافت کے ساتھ اچھی دلچسپی اور عملی دلچسپی دیکھ کر بہت خوش ہوں اور یہاں کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی

خوشگواری معلوم کرکے نہایت محظوظ ہو رہا ہوں اور اسکو ملک کی آزادی کے نیک فال سمجھتا ہوں، خدا ہماری تمہاری مدد کرے! آمین!!

اب میں رخصت ہوتا ہوں شب کو دوسرا اجلاس ہوگا اسمیں ایک ضروری تجویز پیش ہوگی۔

ایک بجے تقریر ختم ہوئی۔ بارش کا ہلکا ہلکا سلسلہ جاری تھا، مکان کو آگئے، کھانا کھایا آرام کیا، ۴ بجے سے بارش کا سلسلہ زائد ہوگیا، ہم جس مکان میں مقیم ہیں دو منزلہ ہے اوپر کے درجہ میں ہم لوگ ہیں، سامنے ایک بلند پہاڑ ہے اور اسکے دامن میں بستی کے چھوٹے چھوٹے مکانات، ایک مسجد بلند مینار بھی ہے اور چند چھوٹے چھوٹے مندر بھی یہ علاقہ نہایت سبزہ زار ہے اور یہاں کی سب پہاڑیاں شاداب درختوں سے ہری بھری ہیں، مغرب تک برآمدہ میں بیٹھا ہوا میں پانی کے برسنے کی بہار، اور پہاڑی درختوں کے جھومنے کا لطف دیکھتا رہا، نماز مغرب سے فراغت پائی، سردی زائد ہے، مولانا نثار احمد صاحب کو تپ کی نوبت آگئی ہے، اُن سے کچھ گفتگو کرتا رہا، ۹ بجے کانفرنس میں پہونچا ایک مختصر تقریر سے جلسہ کو مخاطب کیا، اور بتایا کہ آج ایک اہم و ضروری تجویز پیش ہوگی اور ہندوستان بھر میں ضلع بلگام کی کانفرنس پہلی کانفرنس ہے جسمیں صرف ایک ہی تجویز ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ ہماری نظر کثرت اعداد و شمار پر نہ رہے بلکہ کثرت کار پر رہے، اس ضروری تجویز کے پیش کرنے کے لئے میں فخر قوم جناب محمد علی صاحب کو تجویز کرتا ہوں اور تائید کیلئے اپنے دوست کچلو صاحب کو تکلیف دونگا۔ محمد علی صاحب آئے اور ایک مختصر تقریر کے بعد ذیل کی تجویز پیش کی:۔

"ضلع بلگام کی خلافت کانفرنس کا یہ جلسہ اس امر کا اعلان کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی فوج میں نوکر رہنا قطعاً حرام ہے اور ہر مسلمان کو اس گورنمنٹ کی فوج

میں داخل ہونا یا بھرتی کرانا، نیز کسی اور طرح کی فوجی مدد دینا
از روئے شرع شریف ناجائز ہے، اور اگر یہ گورنمنٹ برطانیہ،
حکومت اسلامیہ انگورا کے خلاف جنگ کرے گی یا اُسکے
خلاف یونانیوں کو علانیہ و خُفیہ مدد دیگی تو اُس حالت میں
ہمارا فرض ہوگا کہ کانگریس کی معیت میں قانون شکنی کا آغاز
کریں اور دسمبر میں احمد آباد کانگریس کے موقعہ پر ہندوستان
کی کامل آزادی اور اس ملک میں جمہوری حکومت کے قیام کا
اعلان کردیں" محرک محمد علی

ڈاکٹر سیف الدین کچلو صاحب ورمولوی عبدالعلیم میرٹھی اور دو ہندو لیڈروں نے
تائید کی اور عام جلسہ نے عہد کیا کہ ہم ایسا کرینگے۔

۱۹-جون کی صبح کو گوکاک سے روانگی ہوئی اُسٹیشن تک موٹروں پر سفر ہوا تمام شہر
ہو رہا تھا راستہ میں گوکاک سے ۴ میل نکل کر ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں بجلی کا کارخانہ
بھی ہے وہیں ایک معلق پل ہے جو صرف دو ستونوں پر رُکا ہے اور چلنے میں بہت ہلتا ہے
اُسکے نیچے پانی کا بھاؤ پہاڑ پر سے ہے آج بہت بلندی سے پانی گر رہا ہے، میں،
محمد علی صاحب، کچلو صاحب، پُل پر گئے شوکت صاحب دوسری طرف ایک
پہاڑی چٹان پر چند ہندوؤں کے ساتھ محو نظارہ میں پانی اس زور سے گر رہا ہے کہ
میلوں تک آواز جاتی ہے اور جس جگہ پانی گرتا ہے وہاں سے پتھروں کے ٹکڑے
ٹوٹ کر گزوں تک اُچھل اُچھل کر پہنچتے ہیں کوئی نصف گھنٹہ اس سیر میں صرف ہوا
پھر پہاڑی نشیب و فراز طے کرکے گوکاک اسٹیشن پر آگئے تھوڑی دیر کے بعد
گاڑی ملی - چند اسٹیشن کے بعد ضلع بلگام کا اسٹیشن آگیا مجمع جماعت استقبالیہ
کا بہت کافی ہے مگر بارش بھی موجود ہے - اس حالت میں موٹروں پر شہر کو چلے

مجمع بھیگتا ہوا ساتھ ہے، میونسپل ہال میں علی برادران کو ایڈریس دیا گیا وہاں سے چھاؤنی میں سیٹھ دادا کے بنگلہ پر قیام ہوا۔ شام کو ۵ بجے محمد علی صاحب شوکت علی صاحب کچلو صاحب بمبئی کو روانہ ہوئے، اور میں یہ شب بلگام گذار کر صبح کو بنگلور جانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اس شب کو مولوی قطب الدین امام جامع مسجد و صدر خلافت کمیٹی کی استدعا پر جامع مسجد میں تحریک کی مولوی قطب الدین حیدرآباد مدرسہ نظامیہ کے طالب علم ہیں یہ جب وہاں پڑھتے تھے انہیں دنوں میں حیدرآباد گیا تھا اور مولانا انوار اللہ خاں مرحوم معین المہام نے مدرسہ نظامیہ میں میری تقریر کا جلسہ کیا تھا اور میں نے طلبہ کا امتحان لیا تھا اُس وقت سے مجھ سے واقف ہیں۔

۲۱ر جون کی صبح کو میں بنگلور کو روانہ ہوا، ایک دن رات چلکر دوسری صبح کو چہارشنبہ کے دن بنگلور اسٹیشن پر داخلہ ہوا۔ عمائد و معززین شہر علما و مشائخ بنگلور اسٹیشن پر موجود تھے، خلافت کے رضاکاروں نے مجمع کا انتظام کیا، جناب شاہ پیر حیدر شاہ صاحب نے ہار پہنائے پھر سیٹھ عثمان سکرٹری خلافت کمیٹی بنگلور و سیٹھ محمد الیاس و سیٹھ جانی میاں مولوی عبدالغفور لودھی اور دوسرے سیٹھ صاحبان نے مراسم استقبال و خیر مقدم ادا کئے اسٹیشن کے باہر خلافت کی جھنڈیوں سے موٹریں آراستہ تھیں، تقریباً ۱۰ موٹریں اور باقی گھوڑے گاڑیاں جلوس کی صورت میں تھیں، اگلی ۲ دو موٹروں پر رضاکاران خلافت تھے، بنگلور چھاؤنی کے اکثر مقامات سے جلوس گذر کر مولوی عبدالغفور لودھی کے بنگلہ پر پہونچا، چائے اور ناشتہ سے فراغت پاکر بدایوں کو خطوط لکھے، اسکے بعد سیٹھ محمد عثمان صاحب کے بنگلہ پر آگیا اور وہیں قیام مقرر ہوا۔

بنگلور کے سفر کا سبب یہ ہے کہ یہاں کی جماعت میں اختلاف ہو گیا ہے، وجہ اختلاف ایک تجویز بتائی جاتی ہے جو بنگلور کے جلسہ عام کی ہے اور اُس میں اُن

لوگوں کو قومی مجرم بنانا تجویز ہوا ہے جو خطاب یافتہ حضرات سے مودت کے تعلقات رکھتے ہیں اس تجویز نے یہانتک ایک فریق میں صورت اختلاف پیدا کر دی ہے کہ شادی وغمی کی عدم شرکت وتعلقات قرابت کا انقطاع پیدا ہوگیا ہے، میرے پاس تار دخطوط کے علاوہ ایک خاص عنایتفرما بنگلور لانے کو پہونچے۔ بہت علماء ومشائخ اصلاح حال کی کوشش کر چکے ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اخبارات میں پڑھا گیا کہ بنگلور میں شاہ سلیمان صاحب پھلواری کا بھی بائیکاٹ کر دیا گیا۔ میں نے پہنچکر یہ دن آرام کے لئے رکھا ہے دوسرے دن تحقیق وتفتیش احوال کرونگا۔ آج بھی معززین بنگلور ملنے کو آرہے ہیں، جناب مسٹر قاضی سید عبد الغفار صاحب و پیر حیدر شاہ صاحب ۳ بجے تشریف لائے ہمارے خاندان سے قاضی صاحب موصوف کو خلوص ہے حضرت جد معظم تاج الفحول قدس سرہٗ اور خود شیخی وعمی شاہ مطیع الرسول و حضرت والد ماجد شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہم سے ملاقات ونیاز حاصل ہے، قاضی صاحب و پیر صاحب مصنف بھی ہیں اور اس نواح میں افتاء کا کام بھی دونوں حضرات انجام دیتے ہیں، پیر حیدر شاہ صاحب مدظلہ ایک عظیم الشرف خاندان سادات اولاد امجاد حضور سید السادات سے ہیں اصل وطن کچھہ ہے جہاں آپ کے اکابر کی عظیم الشان خانقاہ ہے اور اب تک خانقاہ کی زنجیر کے نیچے اگر کوئی مجرم پناہ لے لیتا ہے تو محفوظ رہتا ہے۔

۴ بجے ان دونوں حضرات کے ساتھ احباب بنگلور کے اصرار سے سیر کو گیا، یہ علاقہ جہاں میرا قیام ہے چھاؤنی ہے رزیڈنٹی کہلاتا ہے، ایک میل آگے بڑھکر شہر ہے جہاں سے میسور کے راجہ کا علاقہ ہے، ایک نیا شہر بھی اور بنایا جا رہا ہے، بنگلور میں عام طور پر مکانات کشادہ اور بنگلہ نما ہیں، سڑکیں نہایت وسیع، شہر بہت صاف، بیرون شہر کا عالم تو ایک خاص دل فریبی رکھتا ہے جو بمبئی کلکتہ کو بھی میسر نہیں، وہ سرسبزی وشادابی اور دو رویہ درختوں کے علاوہ قدرتی پھول پودوں کی کثرت ہے، ایک باغ سامنے آیا

جسکا نام لال باغ بتایا گیا، اس باغ میں ایک ہال بھی ہے جسمیں پہلے قومی جلسے وغیرہ ہوئے تھے، یہ باغ وسیع ہے شاداب ہے، مگر سیرگاہ عام نہیں، اس سے نکلکر راجہ میسور کا کالج اور اسکول اور انجنیری کا اسکول آتا ہے، اور یہاں سے جانب جنوب جاتے ہوئے ایک سنگین عمارت ملتی ہے جو ٹیپو سلطان اور حیدر علی کی قیام گاہ بتائی جاتی ہے، یہاں سے دو سڑکوں کے دَور طے کرنے کے بعد ایک اور باغ آتا ہے جسمیں ہر روز شام کو بہت چہل پہل ہوتی ہے اور سیرگاہ عام گویا بھی ہے۔۔ انگریز مرد عورت اور فوجی گورے بھی بہت آتے ہیں، ہندو مسلمان بھی ہوتے ہیں، موٹریں، گاڑیاں بکثرت کھڑی ہوئی ہیں، اس باغ میں ریاست میسور کے وزیر کا مجسمہ اور اُسکی یادگار ایک عمارت ہے یہ وزیر امریکہ سے برقی روشنی کا عمل سیکھکر آیا تھا اور سب سے پہلے میسور میں برقی روشنی پھیلائی تھی، وسط باغ میں ایک گول چبوترا ہے جسپر انگریزی باجا (بینڈ) ہوتا ہے میں نے عصر کی نماز یہیں ایک پُرفضا قطعہ پر پڑھی اور اس آغوش اصنام کو مسجد بنا دیا جلّ جلالہ۔ اس باغ سے نکلکر ایک سُرخ بلند عمارت نظر آتی ہے جو ریاست میسور کا ہائی کورٹ ہے۔ اب ترشح شروع ہو گیا تھا مغرب کا وقت بھی قریب تھا میں مکان کو آگیا، مغرب ادا کی، ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک شہر کے مختلف محلّوں کے لوگ آتے رہے، مختلف مسائل و احوال کا تذکرہ رہا، پنجشنبہ کی صبح کو میں نے کوائف نزاع و حالات اختلاف معلوم کئے تمام دن اسی بحث میں گزر گیا۔ جمعہ کو جامع مسجد میں ایک بیان کیا جسمیں درس اخلاق، دیتے ہوئے متابعت حضوؐر پاک کی تعلیم دی اور مسلمانوں کو شمائل حضوؐر سے سبق آموز ہونے پر آمادہ کیا۔ اسی دن جمعہ کو بعد عصر شہر میں بمقام دفتر صدر انجمن، دونوں فریق کے پانچ، پانچ، اشخاص کو جمع کیا اور وجوہ اختلاف و سبب نزاع سُنا، شنبہ کے دن جناب مولوی نثار احمد صاحب نے دوڑ دھوپ کر کے ایک فریق کو مصالحت پر آمادہ کیا اِدھر ارکان خلافت کمیٹی

سیٹھ حاجی عثمان وغیرہ کو برابر میں درس مصالحت و اتفاق دیتا رہا الحمد للہ کہ برادران بنگلور قبول حق پر آمادہ ہو گئے اور اپنی اسلامی محبت و دینی اتباع کا ثبوت دیا۔

یکشنبہ کو بمقام نیشنل اسکول جلسہ عام تھا اُس سے قبل فریقین نے اپنے اپنے دستخطوں سے ایک تحریر لکھدی کہ عبدالماجد کا فیصلہ برضا و رغبت ہمکو منظور ہے۔

میں نے فیصلہ لکھا مگر مختصر کیونکہ وقت بالکل نہ ملا تھا، فیصلہ میں میں نے فریقین کی شکایات سُننے کے بعد اپنے خیال کو اس طرح ظاہر کیا تھا کہ انشاء اللہ طرفین کے لئے سبب خیر و برکت ہے اور شرعی قباحت اور جماعت کا اختلاف دور ہو جائے گا۔

مجھ سے شکایت کرنے والے فریق نے دو[۲] امر اصلاح طلب کہے تھے (۱) خلافت کمیٹی بنگلور کی اصلاح اور اُسکو باضابطہ بنا دینا۔ (۲) قومی مجرموں اور بائیکاٹ کے قانون کا انضباط۔

امر اوّل کے متعلق میں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کمیٹی کے ممبر واقعی کم ہیں اور طریقہ کار بھی بغیر مجلس شوریٰ (منیجنگ کمیٹی) کے ہے میں نے اسکو نہایت زور سے لکھا کہ عام ممبر بھی بڑھائے جائیں اور ارکان انتظامی کی مجلس بھی ترتیب دیجائے اور ہر کام کثرت رائے سے ہو۔

امر دوم کے متعلق نظر بر حالات بنگلور واضح کر دیا کہ خطاب یافتہ سے ترک مراسم مودت (خوشی کی تقریب میں شرکت کرنا) کیا جائے مگر جو لوگ خطاب یافتہ نہیں اور خطاب یافتہ کو بحیثیت خطاب یافتہ اچھا نہیں سمجھتے اُنسے ترک تعلقات نہیں کیا جائے جب تک خلافت کے خلاف نکریں۔

میں نے جہانتک کاغذات خلافت کمیٹی بنگلور کے دیکھے مجھے سیٹھ حاجی عثمان سکرٹری اور اُن کے ساتھیوں کی خدمات کا اعتراف کرنا پڑا۔ میں نے تحقیق سے معلوم کیا کہ چھتیس[۳۶] ہزار کی رقم یہ لوگ مرکزی مجلس خلافت کو بھیج چکے ہیں، میں نے نیشنل اسکول کا معائنہ کیا، طلبہ کی تقریریں سُنیں معلمین کا طرز درس دیکھا، مدرسہ کا

خرچ معلوم کیا جو قریب آٹھ سو ماہوار کے ہے اور یہ سب خدمات اراکین خلافت کمیٹی کے پاکر انکو سراہا۔

میں نے جلسہ عام میں اپنا فیصلہ پڑھنے کے بعد دوسرے فریق کے اصحاب کو پکارا تاکہ سب کو گلے ملادوں مگر افسوس کہ وہ لوگ اُس وقت موجود نہ تھے،

اصل یہ ہے کہ بنگلور کے لوگ کام کرنے والے ہیں اور بہت اچھے صاف مسلمان ہیں مگر بیرونی لوگ انکو لڑادیتے ہیں، اصل نزاع خطاب پرستی وخطاب دوستی سے پیدا ہوا ہے، خدا ہماری قوم کو نیک توفیق دے آمین !

دوشنبہ کو علی الصباح موٹر سے میں نیلگری پہاڑ کے لئے روانہ ہوا۔ بنگلور سے نیلگری کو راستہ ریاست میسور ہو کر جاتا ہے جو بنگلور سے ۸۶ میل ہے، بنگلور سے میسور تک ۸۶ میل بھی خشک جنگل اور بے رونق مسافت نہیں بلکہ بعض مسافت کے حصے تو اس درجہ شاداب اور بارونق ہیں کہ بیان سے باہر ہے، بنگلور سے چند میل کے بعد ایک آبادی آتی ہے جہاں مسلمان کافی تعداد میں ہیں اس کا نام کلوس پیٹھ ہے اسکے بعد اور آبادیاں آتی ہیں ہم لوگ ایک بجے میسور پہونچے، ہر شہر کا داخلہ ہر گاڑی سے لیا جاتا ہے، سیٹھ محمد صاحب کے بنگلہ پر ۲ گھنٹہ قیام ہوا۔ کھانا کھایا، ظہر پڑھی پھر چلدئے ابھی میسور شہر نہیں دیکھا، واپسی میں قیام کا وعدہ ہو گیا ہے، ہاں نیلگری کی طرف جاتے ہوئے راجہ صاحب کے محل سے سامنے موٹر نکالا ایک نظر ڈالی۔ ابھی فقط سماعت ہے کہ میسور کا شہر صفائی اور آراستگی میں بے مثل ہے، راستہ جو ہم طے کر رہے ہیں اُسکی سڑک بھی نہایت صاف اور ہموار ہے، دورویہ درخت ہیں بعض جگہ تو اس قدر گھنے درخت ہیں کہ راہ میں ہلکا اندھیرا آجاتا ہے، کچھ میل میسور سے ایسے بھی راہ ہے جو زائد شاداب نہیں مگر بہت کم، میسور میں داخل ہونے سے ۹ میل قبل ایک بلند عمارت اور مینار نظر آئے تھے معلوم ہوا

غازی سلطان ٹیپو کی تعمیر کردہ مسجد ہے اُسکے قریب ہی قلعہ کے نشان بھی دیکھے، ان کو بھی واپسی میں دیکھنے کے لئے چھوڑا۔ عصر کے آخر وقت پہاڑی فراز کا راستہ شروع ہوا بلندی پر چڑھتے ہوئے ایک آبادی ہے جہاں ایک سیٹھ صاحب کی دوکان بھی ہے اور ایک بلند مسجد ہے میں مسجد میں نماز کو گیا پانی گرم ملا۔ کیونکہ اب یہاں سے خاصی سردی شروع ہوگئی۔ نماز عصر پڑھکر چائے پی۔ اور اب چڑھائی شروع ہوئی۔ ہم یہ راستہ بے وقت طے کر رہے ہیں کئی جگہ بستیوں کے قریب ٹھہرنے سے دیر ہوگئی ہے اور وقت سفر خطرناک ہوگیا ہے، مگر بسم اللہ! تھوڑی دور بلندی پر جاکر مغرب ادا کی۔ ایک موٹر بگڑ گیا اور دیر ہوئی، درست کیا گیا، پھر چلے، ہزاروں موٹر آتے ہیں اور گھنے صندل کے جنگل کے درمیان سے راستہ جارہا ہے، اندھیرا گھُپ ہے، بوندیاں پڑ رہی ہیں آج موٹر کے لالٹین کی روشنی ڈرائیور کو سہارا دے رہی ہے اور وہ برابر گاڑی چلا رہا ہے، نیلگری ۱۵ کوس رہا ہوگا کہ ایک موٹر پھر بگڑ گیا جسکی درستی میں ۲ گھنٹہ کے قریب صرف ہوئے، ۱۱ بجے نیلگری پہونچے، بنگلور کے چند لوگ یہاں مقیم ہیں اُنکو تار دیدیا ہے مگر کوئی نہیں ملتا۔ ہمارے دونوں موٹر پہاڑ کی مختلف بلندی و پستی پر چکر لگاتے ہیں اور بنگلور کے لوگوں کا مکان تلاش کر رہے ہیں مگر نہیں پتہ چلتا۔ آخر ایک پوسٹ آفس کے قریب جب موٹر ٹھہرا تو ایک بابو صاحب نکلے اور اُنہوں نے اُن بنگلوری سیٹھ کا نام سُنکر کہا کہ میں اُنکو جانتا ہوں اور اُن کے بنگلہ سے واقف ہوں آخر اُن کو ساتھ لیا اور بنگلہ مل گیا۔ اُن لوگوں نے کہا ہم دس بجے تک انتظار کر کے بہت دور جاکر پلٹ آئے کہ اب وقت آنے کا نہیں رہا بہر حال بہت تکلیف کے بعد ایک بجے کے بعد بنگلہ ملا اور سردی سے نجات حاصل ہوئی۔ کمرہ میں انگیٹھیاں روشن کی گئیں، چائے پی، ساتھی کھانا کھانے بیٹھے میں عشا پڑھکر سو گیا۔ صبح اٹھا تو تمام سینہ اور ہاتھ پاؤں میں درد تھا۔ اور سردی اس ستم کی تھی کہ کمبل اُتارنا

اور فجر کا وضو گرم پانی سے کرنا مشکل تھا۔ آٹھ بجے تک کہیں نہ جا سکے، ہم جس بنگلہ میں مقیم ہیں وہ بہت بلندی پر ہے، سامنے تالاب ہے اور دوسری طرف صندل کا جھنڈ، کہا جاتا ہے کہ نیلگری پہاڑ ساڑھے چار ہزار فیٹ بلندی پر ہے، عجب پہاڑ ہے۔ ہماری طرف کے منصوری و نینی تال جنکو میں دیکھ چکا تھا نظر سے گر گئے۔ ۹ بجے موٹروں پر سیر کو چلے مارکیٹ، دیکھا جو ہمارے بنگلہ سے اترنے کے بعد ہی آتا ہے، بازار سے گزر کر اس راستہ پر جا رہے تھے جہاں اسکول وغیرہ ہیں کہ راستہ میں سیٹھ یعقوب حسن صاحب سکرٹری آل انڈیا خلافت کمیٹی کی زوجہ محترمہ کی خاتون بازار کو یا کسی اور کام کو جاتی ہوئی مل گئیں سیٹھ عثمان صاحب نے موٹر روکا وہ بھی ٹھہر گئیں ملاقات ہوئی، میں نے کہا میرا ارادہ مدراس جانے کا تھا اور خیال کیا تھا کہ وہیں آپ سے ملاقات ہوگی اور وہیں میں آپ کو سیٹھ صاحب کے اس ایثار و صبر کی مبارکباد دونگا جو کالی کٹ میں ان سے ظہور میں آیا اور انہوں نے ہنسی خوشی ۶ ماہ کی قید کو تبلیغ خلافت کے لئے برداشت کیا، کہا میں علیل تھی نیلگری چلی آئی۔ اب میرے بنگلہ پر چلئے جو قریب ہے۔ آخر ان کے بنگلہ پر جانا ہوا، دیر تک اپنی پریشانیاں اور تنہائی کا حال بیان کرتی رہیں، کہتی تھیں میں ابھی ایک ماہ ہوتا ہے سیٹھ صاحب سے کوئمبتور کے جیل میں ملکر آئی ہوں علیل ہیں، رہائش کے لئے وہ حصّہ دیدیا گیا ہے جہیں انگریز قیدی رکھے جاتے ہیں۔ اب کل پھر جا رہی ہوں، شام کو مجھے اور سیٹھ صاحبان کو چائے پر بلایا۔ ان سے ملکر ہم سیدھے قیام گاہ پر آ گئے، شام کو ۴ بجے پھر سیر کو گئے، حسب وعدہ خاتون صاحبہ کے یہاں بھی گئے۔ میں نے ایک خط دیا کہ یہ سیٹھ صاحب کو جیل میں دیدینا، اس خط میں صرف تہنیت، و مبارکباد لکھی تھی اور انکی فداکاری کو سراہتے ہوئے انکو دعا ہائے برکات بھیجی تھیں، ان کے یہاں سے ہم نیلگری کے مشہور و سیرگاہ عام باغ کو گئے یہ باغ پہاڑ کے قریب قریب انتہائی بلندی پر واقع ہے۔ نہایت شاداب و سرسبز ہے عجیب عجیب

قسم کے پہاڑی پھول اور درخت ہیں سُنا ہے گورنر مدراس یہیں ٹھیرا کرتا ہے۔ اس باغ میں کئی بلندیاں طے کر کر ہمکو سیٹھ عبدالحمید ایک ایسے قطعہ پہاڑ پر لے گئے جہاں کچھ چھپّر اور گھانس کے مکانات کی سی صورت نظر آئی، میں نے کہا بھئی یہ کیا ہے ؟ سیٹھ صاحب بولے اور اوپر آکر دیکھئے، نیلگری پہاڑ کے جو قوم مالک تھی وہ یہاں رہتی ہے سرکار انگریزی نے اس قوم سے پہاڑ لیلیا اور اب یہ قوم محض بیکار جنگلی زندگی بسر کرتی ہے۔ جب ہم اُن کے مسکن کے قریب پہونچے تو وہ مرد و عورت ہمکو دیکھکر لپکے اور ماتھے پر ہاتھ رکھکر ایک خاص تلفظ سے کہا، 'سُلام' ان کے مکان بھیڑیے کے بھٹ کی طرح ہیں جسیں یہ لوگ لیٹ کر داخل ہوتے ہیں، عورت و مرد سب کے بدن پر صرف ایک چادر تھی، سُنا گیا اب یہ چادر بھی ہے ورنہ پہلے بالکل برہنہ رہتے تھے، اور اب بھی جب اپنے گھونسلے میں داخل ہوجاتے ہیں تو برہنہ ہوجاتے ہیں، کھانا، پکانا، سونا سب اُسی مکان میں ہوتا ہے جس کا فقط اتنا دروازہ یا سوراخ ہے کہ لیٹ کر گھسٹ کر اُسمیں داخل ہوسکیں، میں نے دیکھا کہ یہ قوم توانا اور تندرست ہے بھیک پر اسکی گزر ہے اور پہلے یہی پہاڑ کے مالک تھے۔ اس قوم کے بعض لوگ مزدوری بھی کرتے ہیں مگر یہ جماعت جو اس سمت آباد ہے اسکی گذر سیر کو آنے والوں کی خیرات پر ہے یا جنگل کی ترکاری وغیرہ پر۔ سوا لفظ سلام، اور کوئی لفظ ہم اُن کا نہیں سمجھ سکے، جناب مولوی نثار احمد صاحب نے اشاروں میں اُن سے گفتگو کی، بعض مرد و عورت نے ناک کو مُٹھی میں پکڑ کر اور آنکھوں کو حرکت دیکر آواز کو بلند کیا اور گردن کو ہلایا جس سے معلوم ہوا یہ اپنا گانا سُناتے ہیں۔

میں نے ان لوگوں کو دیکھکر جو خیال قائم کیا وہ مجھکو دیر تک اپنی طرف متوجہ کرتا رہا یہانتک کہ آج بھی جبکہ اُنکو دیکھے ہوئے ۸ روز ہوگئے وہ خیال میرے دماغ میں چکر لگا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قوم کو کام کا بنایا جائے اور اس کو اس کا حق یعنی پہاڑی

علاقہ جو زبردستی اور بالکل بلا معاوضہ اس سے لیلیا گیا ہے دلوایا جائے ورنہ کم سے کم اسکو زراعت وغیرہ کے حقوق اور زراعت کی تعلیم اصلاح ضروری دینی اور دلوانی چاہیے، کانگریس اسپر متوجہ ہو،

اس باغ سے ہم مغرب پڑھکر واپس ہوئے، آج شب کو نیلگری کی مسجد میں میری تقریر ہے، کھانا کھاکر ۹ بجے مسجد میں پہونچے مجمع خاصا تھا، پہلے کچھ دیر مولوی شاہ احمد صاحب نے بیان کیا اُسکے بعد میں نے ایک گھنٹہ تقریر کی خلافت کا مسئلہ، خلافت کی ضرورت و حالت کے ساتھ بیان کیا، خلافت کمیٹی قائم کرنے کی ترغیب دی، خدمات خلافت کے لئے عہد لیا، گناہوں سے توبہ پر مائل کیا، کئی سو آدمیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ جزاھم اللہ!

صبح کو ۸ بجے ناشتہ کر کے ہم نیلگری سے روانہ ہوگئے۔ میسور تک کئی جگہ لوگوں کو مختصر مختصر تبلیغ کا موقع دیا گیا ۲ بجے میسور پہونچے، کھانا کھایا۔ میری طبیعت بہت کسلمند ہے قصد کیا کہ سو جاؤں، مگر نیند نہیں آئی۔ عصر پڑھکر سیر کرنے کو نکلے یہاں بھی ایک لال باغ ہی اُسکی سیر کو گئے۔ ایک جانور دیکھا اونٹ سے بڑا ہے اور گردن بھی اونٹ کی سی دراز ہے اور بلندی مائل ہے مگر مُنہ اونٹ کا سا نہیں بلکہ ہرن یا بکری کا سا ہے اور رنگ بالکل شیر کا یا چیتے کا صندلی کھال اُسپر سفید و سیاہ چلتے عجب مضبوط و طویل جانور ہے، ایک وسیع میدان میں چاروں طرف آہنی جنگلہ ہے اُسمیں یہ غالباً ۳ جوڑے ہیں زائد سیر اس باغ کی نہو سکی کہ وقت اُسکے بند ہونے کا آگیا تھا۔ میسور کو اب نکل کر دیکھا تو واقعی جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا۔ ہر سڑک صاف ہر راستہ وسیع اور آراستہ بعض راستے پھولوں کے درختوں سے ڈھکے ہوئے۔ کسی سڑک پر کوڑا نہیں نظر آتا مغرب ہوگئی۔ نماز بازار کی مسجد میں ادا کی۔ اب مجھے لرزہ شروع ہوا۔ مگر سیٹھ عثمان صاحب نے اصرار کیا کہ چند منٹ اور ٹھیریے، میسور کا خاص سیر اور لطف رات کی روشنی ہے

اندر نماسکو آج راجہ صاحب کا محل اور تمام ریاست کی عمارات پر چراغان ہے اُس کی
بہار دیکھنی ضرور ہے، تھوڑی دیر بعد روشنی ہوگی، راجہ صاحب کا محل قدیم شرقی طرز
کی عمارت ہے بہت بلند گنبد اور اُسکے تناسب پھر چھوٹے چھوٹے مینار وسیع دروازہ
اس تمام محل پر برقی روشنی ہوئی اور سارا محل جگمگا اُٹھا ہزاروں آدمی تماشائی تھے،
روشنی نہایت صاف ہے اور محل پر جو قمقمے وغیرہ لگائے ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ
منتظم نہایت ذہین ہے، یہاں مجھے جناب عمی مولوی خواجہ عبداللہ صاحب یاد آئے جو
ہمارے یہاں اعراس بزرگان کے موقع پر روشنی کے جدید طرز و طریقے نکالا کرتے ہیں۔
مجھکو اب بخار کی ابتدا ہوئی لہذا واپس ہوا، بنگلہ تک پہونچتے پہونچتے کافی بخار
آگیا، ایک گھنٹہ بیحس وحرکت پڑا رہا، پھر خیال آیا کہ میسور کی مسجد میمنان میں میرا
وعظ مشتہر ہوچکا ہے، چلنا چاہئے مگر ہمت نہ ہوتی تھی آخر بسم اللہ کہکر اُٹھا کیونکہ
یہاں تبلیغ کی ضرورت کو میں نے بیحد ضروری خیال کیا۔ مسجد میں پہونچا مجمع ہوگیا تھا،
عمائد شہر و تجار موجود تھے، میں برابر دوا استعمال کررہا تھا اسی حالت میں ممبر پر گیا۔
تقریر شروع کی، مجمع بڑھتا جاتا ہے اور لوگوں کو حظ آرہا ہے، یکبارگی مجمع میں بدنظمی
شروع ہوئی اور کچھ لوگ سرگوشیاں کرتے نظر آئے میں نے پوچھا کیا ہے، آوازیں، ہم
تک آواز نہیں آتی، مسجد کے اندر کے حصہ سے برآمدہ میں آکر تقریر کیجئے، بہت اصرار کے
بعد دوسری جگہ جاکر تقریر کی ۲ گھنٹہ کے قریب تقریر ہوئی مسلمانوں نے بیعت توبہ کو
نہایت جوش سے ادا کیا، اور سمرنا فنڈ کے لئے بھی آمادہ ہوئے، میں نے راجہ صاحب
میسور کو سراہا کہ انہوں نے کارہائے خلافت کی بلامزاحمت اجازت و رخصت دے
رکھی ہے خدا اُنکو اور زائد ملکی خدمات کی توفیق دے! اس جلسہ میں ریاست کے بعض
ذمہ دار اعیان بھی تھے اور متاثر تھے، میں تقریر کرکے چلا آیا اور جناب مولوی
نثار احمد صاحب کو چھوڑ دیا کہ اگر لوگوں کو شوق ہو اور جلسہ باقی رہے تو آپ کچھ سنائیے

میں نے بخار کی حالت میں تقریر کی تھی اور صبح سفر کرنا تھا لہٰذا اس وقت ہلکا مسہل سالٹ کا پی لیا کہ صبح دو ایک دست آکر طبیعت ہلکی ہو جائیگی۔ مگر خشکی اور سر میں درد آدھ گھنٹہ کے بعد سے لاحق ہو گیا جس سے رات بھر نیند نہیں آئی اور نہایت کرب رہا صبح کو دماغ بھاری، ہاتھ پاؤں میں درد، طبیعت بہت نڈھال، قریب میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے انکو بلا کر دکھایا، دوا دی، ایک گھنٹہ کے بعد ایک دست آیا، درد کو سکون ہوا، فوراً روانگی ہو گئی۔ کیونکہ میسور سے بنگلور تک جاتے میں آج تین جگہ جلسہ ہے جسکے اشتہارات طبع ہو کر تقسیم ہو گئے ہیں، اور مجھے سری رنگ پٹن میں سلطان ٹیپو کی عمارات و مقبرہ کی دید میں کچھ وقت دینا ہے۔

میسور سے ۹ میل نکلکر سری رنگ پٹن کی مختصر سی آبادی شروع ہوئی، سلطان ٹیپو کا زمانہ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۹۹ء تک رہا ہے یہ میسور کے سلطان تھے اور سری رنگ میں ان کا قلعہ تھا جسکے دروازہ سے ہمارا موٹر نکلا اور فصیل و شکستہ باؤٹوں کے آثار دیکھے، اٹھارہویں صدی کے آخر حصہ میں انگریزوں اور سلطان سے لڑائی ہوئی۔ اور وزیر کی غداری سے سلطان بندوق کا نشانہ بنے، یہ ہندوستان کا پہلا شخص تھا جسکو آزادی ہند کا حامی کہا جا سکتا ہے۔ ہم نے پہلے سلطان کی مسجد دیکھی اور دو رکعت نفل ادا کر کے سلطان کی روح کو ہدیہ بھیجا۔ مسجد نہایت وسیع اور شاندار ہے، دو درجہ کی ہے، اب نیچے کا درجہ ملازمین وغیرہ کے تصرف میں ہے، اوپر زینہ سے جاکر وسیع صحن اور پھر مسقف عمارت مسجد ہے۔ مسجد دیکھکر ہم واپس ہوئے تو ایک لڑکا موٹر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ہم یہاں کے مشہور مقامات بتائیں گے مسجد سے ایک سڑک بستی میں سے نکلکر نصف میل تک قلعہ کی طرف گئی ہے جہاں ایک میدان میں ایک محراب دو ستونوں پر معلق ہے یہ محراب ایک تاریخی چیز ہے دُور دُور کے سیاح اسکی صنعت اور محیر عقل حکمت تعمیر کو دیکھنے آتے ہیں، اس محراب میں کمال یہ ہے کہ اسکے اوپر چڑھکر ہلنے اور کودنے اور جھکولے دینے سے

یہ محراب ملتی ہے، صرف اینٹ چونے کی عمارت ہے مگر یہ کمال عجیب ہے۔

اس محراب سے ایک میل کی مسافت پر ٹیپو کا مقبرہ ہے، عمارت شاندار ہے، دروازہ سے داخل ہوتے ہی چوبداروں کی کوٹھریاں نظر آتی ہیں، بندوق سنگین لئے پہرہ والا ہر وقت کھڑا رہتا ہے، دروازہ سے ایک سیدھا راستہ ہے جسکے دونوں طرف سرو کے درختوں کی قطاریں ہیں سو قدم کے بعد ایک چبوترہ ہے، چبوترہ پر بارہ دری پتھر کی ہے جسکے برآمدہ میں قالین کا فرش ہے اور ایک طرف ایک میز اور چند کرسیاں ہیں، میز پر ایک کتاب رکھی ہوئی ہے شاید یہ کتاب المعائنہ ہے جو مقبرہ کے حُسن انتظام کے متعلق سیر کو آنے والوں سے رائے لکھانے کے لیئے ہے، برآمدہ سے غرب رویہ گنبد ہے جسمیں تین مزار ہیں سلطان ٹیپو، حیدر علی اُن کے والد اور والدہ کا، سلطان کے مزار کا غلاف سُرخ ہے جو رنگ شہادت کی جھلک دے رہا ہے، مقبرہ کے کواڑوں پر ہاتھی دانت کا کام کیا گیا یہ کواڑ لارڈ ڈلہوزی وائسرائے نے کلکتہ سے بھیجے تھے۔

میں سلطان ٹیپو کے مزار پر زائد ٹھہرنے کو نہ تھا صرف سرسری سیر کا خیال تھا مگر نہ معلوم کیوں وہاں مؤانست کی زائد بُو پائی اور بیٹھ گیا، فاتحہ کے بعد اپنے مخلص دوست سید محفوظ علی صاحب بی۔ اے علیگ کو خط لکھا، پھر معمولات خاصہ پڑھتا رہا، سلطان کی روح اُجلی ہے، میری طرف متوجہ تھی، میں نے کہا اے آزادی ہند کے حامی تو زرّین غلاف اوڑھے محو خواب ہے اور دیکھ تو سہی ہندوستان آماجگاہ ظلم وستم ہے، مسلمان پریشان ہیں، اور ہندو نالاں، اُسکی روح نے کہا ہاں یہی ہونا ہے، میں نے کہا تجھ سے تیری فوج نے بغاوت کی، وزیر نے تجھے چھتری لگا کر دشمن کو تیر انشان و سینہ دیگر نشانہ بندوق بنوا دیا، آ، اب تو بیکس ہندیوں کی آہ و نالہ کی فوج کے ساتھ میدان میں آ، وہ ہی روح پھر ہنسی اور بولی آخر پھر فنا، میرے خیالات کا سلسلہ یہیں تک پہونچا تھا کہ گنبد میں کچھ شور اور جوتوں کی آواز آئی گردن موڑ کر دیکھا کچھ انگریز مرد و عورت

آئے ہوئے ہیں، مجاور اُنکو سیر کرا رہے ہیں، کچھ پارسی مرد و عورت بھی ہیں جو میرے متعلق بنگلور کے سیٹھ صاحبان سے استفسار کر رہے ہیں میں نے سوچا اب یکسوئی نہیں اٹھنے کو تھا کہ مجاور نے ایک پھولوں بھری چنگیر نذر کی۔ میں نے پھر سلطان کی روح سے کہا۔ پھول دیتے ہو مگر یہ مُرجھائیں گے تو نہیں؟ وہ بولی سب کو مُرجھانا ہے، میں نے کہا میرے چڑھائے ہوئے پھول، فاتحہ درود کی کلیاں ہمیشہ تازہ اور شگفتہ و شاداب رہیں گی؟ سلطان کی روح نے جواب دیا، ہاں مگر ان پھولوں کو بھی لے لو۔ اور نیرنگی عالم کا معائنہ کرو، صبح کچھ رنگ ہے شام کو کچھ۔

مقبرہ سے اُٹھکر میں مسجد میں گیا دوگانہ پڑھا اور مجاوروں کو کچھ دیکر آگے بڑھا، دروازہ پر آکر موٹر سے دریا دولت کی طرف چلے، دریا دولت قلعہ کے باہر ایک محل ہے جسمیں سلطان ٹیپو موسم گرما میں رہا کرتے تھے، اس محل کی دیواروں پر طلائی و نقرئی نقش و نگار ہیں، عمارت وضع قدیم کی ہے اور تمام چھتیں سُتھری ہیں، دہلی کی عمارتوں سے نقشہ ملتا ہے، ایک دیوار پر سلطان ٹیپو اور کرنیل بیلی کی لڑائی کا نقشہ ہے اور دونوں فوجوں کو مسلح دکھایا گیا ہے، دوسری دیوار پر نظام حیدر آباد، شاہ دہلی، نواب کرنول، راجہ تنجور، راجا بنارس، راجا کورگ، مہاراجہ بنارس وغیرہ کی تصویریں ہیں، مقبرہ اور سری رنگ پٹن کی جامع مسجد کو علاقتین کہا جاتا ہے، مقبرہ و مسجد وغیرہ کا خرچ ریاست میسور سے ہوتا ہے۔ یہ تمام عمارات دیکھکر روانگی ہوئی چند میل کے بعد مقام چن پٹن آیا، دُور سے والنٹیر گھوڑوں پر سوار نظر آئے جو دیر سے انتظار کر رہے تھے، یہاں بھی جلسۂ خلافت ہے، اشتہار شائع ہو چکا ہے، ایک اسکول کی عمارت کے قریب خاصا مجمع ہے، موٹر پہونچنے پر اللہ اکبر کا شور ہوا، لوگ بڑھے، مجمع کو باخلوص حرکت ہوئی، گاڑی ٹھیری، ہم لوگ اُترے، اُسکول میں درمیانی کمرہ وسیع ہے لوگ جمع ہیں، تھوڑا وقفہ ہوا کھانا کھایا گیا اُسکے بعد اس بڑے کمرہ میں آئے، مجھکو سپاسنا

پیش کیا گیا۔ جواب میں مختصر سی تقریر کی، حالات مصائب ملت بیان کئے۔ لوگ یہاں کے بہت پُرجوش ہیں، مولانا نثار احمد صاحب نے سمرنا فنڈ کی تحریک کی چندہ ہوا۔
ایک بجے یہاں سے چلدیئے۔ چند میل بعد راستہ میں ایک اور چھوٹی سی آبادی میں مسلمان مجتمع ملے انکو بھی کچھ دیر درس دیا گیا، ظہر پڑھی، چلدیئے، ۲ گھنٹہ کے بعد کلوس پہنچ آیا، یہ بستی بڑی ہے، مجمع بہت دور تک استقبال کو آیا ہے، بستی میں داخل ہوئے، مسجد میں جلسہ ہے لوگ دیر سے جمع ہیں، پہونچتے ہی میں نے تقریر شروع کر دی، مولوی نثار احمد صاحب نے بھی کچھ دیر کہا، حاجی عثمان سیٹھ صاحب نے بھی تحریک چندہ کی۔
یہاں سے عصر کے آخر وقت چلے راستہ میں مغرب ادا کی، ۹ بجے بنگلور داخل ہو گئے یہ شب پنجشنبہ ہے صبح جمعہ ۲۴ شوال ہے اسی دن کو دعائے سلطنت انگورا کے لئے میں تجویز کیا ہے، جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تقریر و دعا میں ۲ گھنٹہ صرف ہوئے بہت مؤثر بیان ہوا، اسی دن ۵ بجے شام سے مجھے سخت بخار آیا، کرب شدت کے سبب جدید علاج نشتری پچکاری سے سیدھے بازو پر عمل کر کے دوا پہنچائی گئی، شنبہ کی صبح کو بخار تو نہیں رہا مگر سر درد کی شدت، خشکی، ضعف، کی شکایت رہی، اسی شام کو میں بمبئی روانہ ہونے کو ہوں، احباب و مخلصین بنگلور مانع ہیں مگر ارادہ مستقل کر دیا شب یکشنبہ میں ۸ بجے میل سے بمبئی کو روانہ ہوا، دوشنبہ کی صبح کو بمبئی پہونچا، مرکزی خلافت کمیٹی کے، دفتر میں قیام ہوا۔ اسی دن ۱۰ بجے "سودیشی کھتری اسٹور" کے افتتاح کی رسم ہے احمد حاجی صدیق کھتری، سکرٹری مرکزی مجلس خلافت اسکے مالک ہیں، ذاتی سرمایہ سے اسٹور کھولا ہے، میں شوکت علی صاحب کے ساتھ ۱۰ بجے پہونچا، گاندھی جی، محمد علی صاحب، مسٹر نیڈو، وغیرہ وغیرہ اور بہت سے ہندو مسلمان لیڈر جمع تھے، مجمع بہت تھا، کپڑے کے بازار میں جامع مسجد کے قریب دوکان ہے، کھتری نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ اور محمد علی صاحب سے افتتاح کی درخواست کی محمد علی نے جوابی تقریر کے

بعد افتتاح کیا۔ دوکان کے اندر لوگ جانے لگے ہم لوگ بھی گئے، گاڑھے کا ایک تھان میں نے بھی خرید کیا۔ شام کو مہائم شریف گیا۔ دادا میاں کھنڈوانی سے ملاقات ہوئی، نوجوان خوش اعتقاد ہیں، خلوص سے ملے، دوسرے دن چوپائی ابوبکر منزل گیا جہاں محمد علی صاحب مع اہل وعیال مقیم ہیں، یہاں سے گاندھی صاحب سے ملنے جانا تھا مگر مجھے بخار آگیا قیام گاہ پر چلا آیا۔ آج ۵ جولائی ہے دن گذار کر ۶ جولائی کی شب کو کراچی کو روانگی ہوئی، محمد علی صاحب شوکت علی صاحب میرزا محمد رحیم المقلب ثقۃ الاسلام بلبلہ ساکن باکو مقیم بمبئی، گروشنکر آچاریہ مسٹر نائیڈو، سیٹھ اسماعیل، مولانا نثار احمد ہمراہ ہیں، ۶ کا دن ۷ کی شب ۷ کا دن گزار کر شام کو کراچی داخلہ ہوا۔ یہ سفر بہت زحمت دہ اور طویل ہے، جنگل خشک، خاک ورمٹی کا طوفان راستہ میں احمد آباد، ماڑواڑ جنکشن، حیدر آباد سندھ وغیرہ اسٹیشنوں پر برابر لوگوں کا ہجوم ملتا گیا، کراچی چھاؤنی پر سیٹھ عبد اللہ ہارون مع ایک جماعت معززین سیٹھ صاحبان و چند رضا کار ملگئے تھے، کراچی شہر پر بہت بڑا ہجوم تھا، پلیٹ فارم پر رضاکاروں نے قابل تعریف انتظام کیا ورنہ کوئی نہ کوئی ضرور کچل جاتا۔ اسٹیشن کے باہر دورویہ مجمع تھا اور اسٹیشن اور اُس کے قریب کی تمام عمارات پر زائرین تماشائی تھے، تقریباً بیس ہزار کا مجمع ہوگا موٹروں پر جلوس روانہ ہوا کراچی کے تمام بازار آراستہ تھے بالخصوص بزازا بہت کچھ آراستہ کیا گیا تھا ۳ گھنٹہ جلوس کا گشت ہوا اسکے بعد قیام گاہ پر پہونچے، جو اسکول کی عمارت میں ہے اور اسکے قریب ہی کانفرنس کا پنڈال ہے، سندھ کی حالت درست کرنے کو آل انڈیا خلافت کانفرنس کا اجلاس ۸، ۹، ۱۰ جولائی کو یہاں مقرر ہوا ہے۔ انتظام بہت عمدہ ہے، مرکزی کی طرف سے محمد ظہور بیرسٹر الہ آبادی پہلے سے آئے ہوئے ہیں جنھوں نے ہم لوگوں کے قیام کا انتظام خوب کیا ہے، ۸ تاریخ کی صبح کو ۱۰ بجے ایک نیشنل اسکول کا افتتاح ہوا اور اسی دن ۴ بجے سے خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس ہوا، پنڈال خاصا وسیع بنایا گیا ہے سندھ کے لوگوں میں عام طور پر بیداری ہے اور میری رائے ہے کہ یہاں اگر کوئی مستقل

ہمت کا شخص مشورہ دینے والا اور اصحاب سندھ سے کام لینے والا ہو تو ہندوستان میں صوبہ سندھ ایک کامیاب صوبہ ہو کر چمکے، اب بھی الحمدللہ بہت کچھ بیداری ہے، پہلے اجلاس میں مولوی محمد صادق صاحب صدر استقبالی جماعت نے خطبہ دیا جو تحریری اور مطبوع تھا اور اچھا تھا اس کے بعد سیٹھ عبداللہ ہارون نے محمد علی صاحب کی صدارت کی تحریک کی تائید کے لئے مجھے مجبور کیا گیا۔

مولوی محمد علی صاحب نے بعد عصر سے خطبہ صدارت دیا اور خوب دیا، بجے شام کو جناب مولانا عبدالباری صاحب و مولانا فاخر صاحب و مولوی معین الدین صاحب اجمیری بھی پہنچ گئے، ۸ بجے شب کے جلسہ برخاست ہو گیا، ۹ کی صبح کو مجلس تقرر مضامین و تجاویز منعقد ہوئی، اور ۱۰ بجے سے پھر اجلاس عام ہوا جس میں پہلی تجویز متعلق مطالبات خلافت و جزیرۃ العرب میں نے پیش کی جس کے الفاظ یہ تھے کہ ہمارے مطالبات وہی ہیں جن کو بارہا دہرایا گیا اور جب تک وہ پورے نہوں نہ ہم چین لیں گے نہ چین دینگے اور اس مطالبہ کی ہم پھر تجدید کرتے ہیں، اور تمام صوبہ کی خلافت کمیٹیوں کا فرض ہے کہ اسکی تجدید و تائید کرتی ہیں، ایک گھنٹہ میں نے تقریر کی مسٹر نائیڈو نے تائید کی، اور لوگ بھی تائید میں بولے، تقریب قریب اسی تجویز کی تائید میں تقریباً سب وقت تمام ہو گیا۔ شام کے جلسہ میں ہڑبونگ بہت رہا مجمع زائد تھا سکون و خموشی کا عالم جاتا رہا خاص تقریر مولانا فاخر صاحب کی ہوئی مگر گڑبڑ کے سبب مولانا زائد نہ بولے۔

اگلی صبح کو مولوی شوکت علی صاحب نے تحریک چندہ کی جسکی تائید میں مجھے بولنا پڑا تقریباً ۶ ہزار چندہ ہوا پیر جھنڈا صاحب جو سندھ کے سب سے بڑے مشائخ ہیں، اس جلسہ میں میری تقریر کے دوران میں آگئے، جن کے آنے پر مولانا عبدالباری صاحب نے تجویز پیش کی کہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کا یہ جلسہ سندھ کے پیروں سے استدعا کرتا ہے کہ وہ پہلے سے زائد مضبوطی و ہمت سے کارہائے خلافت میں مدد دیں اس کی تائید میں بھی مجھے بولنا پڑا۔ اور ایک گھنٹہ تقریر کی، اس خلافت کانفرنس سندھ میں خصوصیت سے جو تجویز قابل ذکر ہے وہ وہی ہے جو بلگام میں پیش ہوئی تھی کہ اگر سلطنت انگورا کے خلاف خفیہ یا علانیہ کوشش گورنمنٹ برطانیہ نے کی تو ہم قانون شکنی کر دیں گے اور دسمبر میں کانگریس کی معیت میں ہندوستان کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیں گے۔

کراچی میں سندھ کے عام و خاص طبائع و جوش کا اندازہ ہوا حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں ہر کام خوب ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی کام لینے والا ہو۔

کراچی بہت بڑا شہر ہے، مسلمان تاجر بھی زائد ہیں، مسجدیں آباد اور بارونق ہیں، میں نے جمعہ میمنوں

کی مسجد میں پڑھایا اور وعظ بھی کہا تھا قلوب اہل اسلام گرم ہیں اور سچے جوش سے مملو ہیں، ذرا یہاں کے پیروں کی اصلاح کی ضرورت ہے اور اُن میں تم وسیع علم کی حاجت ہے، پھر ان کا ہر کام یہاں درست ہے۔

مجھ سے یہاں کے علما نے وعدہ لیا ہے کہ یہاں کسی دوسرے موقع پر آکر جمعیت علمائے سندھ کو مرتب و منتظم کردوں، سوچتا ہوں کہ کسی وقت فرصت اُس خدمت کو انجام دوں۔ سیٹھ عبداللہ ہارون صدر خلافت کیٹی صوبہ سندھ نہایت مخیر مسلمان ہیں اور مستعد و محنتی شخص ہیں، ان کی اہلیہ نے ایک مدرسہ مستورات کی تعلیم کا جاری کیا ہے۔ جسکا سنگ بنیاد مولانا عبدلباری صاحب سے نصب کرایا گیا۔

اس زمانہ میں چونکہ **وفد حجاز** کا بہت چرچا ہے اور شوکت علی صاحب وغیرہ میرا نام قیادت و خدمت وفد کے لئے لے چکے ہیں اور آخر جہاز اسی جولائی کی ۲۰ تک جانے والا ہے لہذا کراچی میں مختلف لوگوں سے اس وفد کی کامیابی و عدم کامیابی پر گفتگو ہوئی، مولانا عبدلباری صاحب نے مولوی حسین احمد صاحب سے ملایا جو عرصہ تک حجاز میں رہ چکے ہیں انہوں نے وہاں کے حالات بتا کر شریف صاحب کی اصلاح سے مایوسی ظاہر کرتے ہوئے وفد کو غیر مفید بتایا آخر حکیم اجمل خاں صاحب کے مشورہ پر دہلی میں کوئی امر قطعی طے ہونا قرار پایا۔

میں ۱ جولائی کو کراچی چھوڑنے والا ہوں، دہلی کا قصد ہے وہاں سے شاید ایک وقت کو میرٹھ پہنچوں ورنہ بدایوں جاؤں گا کیونکہ بعض اخبارات سے معلوم ہوا کہ بدایوں میں بھی کارکنان خلافت کے ساتھ تشدد شروع کردیا گیا، اللہ مددگار ہے، اور مسلمانوں کی عزت اُسی قدرت والے کے ہاتھ ہے۔

والسلام۔

فقیر عبدالماجد القادری البدایونی

تقاریر مولانا محمد علی صاحب۔ حصہ اوّل

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب کی امرتسر۔ دہلی۔ بمبئی۔ پیرس۔ لاہور اور کلکتہ کی مشہور تقریروں کا مجموعہ۔ دوسری مرتبہ تیار ہے۔ قیمت ۸ ر

خطبۂ صدارت مولانا محمد علی صاحب

مولانا محمد علی صاحب کے دونوں مشہور خطبے جو دہلی پولٹیکل کانفرنس اور لکھنؤ کانفرنس میں فرمائے۔ سیاست اور مسئلۂ خلافت پر بہترین مضمون ہیں۔ قیمت ۵ ر

تقریر مدراس

مولانا محمد علی صاحب کی مدراس والی مشہور تقریر اور نامہ نگار انڈیپنڈنٹ سے اُس کے متعلق گفتگو۔ اور جو رائے مولانا ابو الکلام صاحب آزاد اور مہاتما گاندھی جی نے اُس تقریر کے متعلق لکھی وہ تمام۔ ۳ ر

جذبات جوہر

مولانا محمد علی صاحب کا وہ منظوم کلام جو نظر بندی و قید میں درس حق کے لئے لکھا گیا۔ ۲ ر

تقاریر مولانا محمد علی صاحب۔ حصہ دوم

مولانا محمد علی صاحب کی الہ آباد۔ احمد آباد۔ کراچی اور لکھنؤ وغیرہ کی مشہور اہم تقریروں کا مجموعہ زیر طبع ہے۔

جذبات حریت

ہندوستان کے مشہور شعراء۔ ڈاکٹر اقبال۔ حضرت اکبر۔ علامہ شبلی۔ مولانا ظفر علی خاں مولانا محمد علی۔ مولانا حسرت موہانی۔ سید ہاشمی فرید آبادی۔ نیاز فتحپوری۔ مولانا اسلم جیراجپوری عزیز لکھنوی وغیرہ کی بہترین نظموں کا مجموعہ جس کے شروع میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے آزادی حریت پر زبردست مضمون لکھا ہے۔ مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی معرکۃ الآرا تصانیف

الحریّت فی الاسلام

ایک زبردست تصنیف جس میں اسلام اور جمہوریت۔ روم و قیصر کے دربار میں مسلمانوں کی اخوت۔ مساوات اسلامی۔ نظامِ جمہوریت۔ خلفاء کا طرزِ عمل۔ بنو امیہ اور یزید کی خلافت خلیفۂ اسلام کے اختیارات۔ خلیفۂ اسلام اور شہنشاہان یورپ کے مصارف کا مقابلہ قوموں کے زوال و فنا کے اسباب انقلاب فرانس کی حریت۔ اسلام کا پیغام۔ حق و باطل کا معیار۔ محبت باطل۔ طمع خوف۔ عداوت پر مفصل بحث۔ اقسام جہاد اور اس کی تفصیل۔ قیمت ۱۲؍

مضامین ابوالکلام آزاد۔ حصۂ اوّل

ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کے فرائض۔ گورنمنٹ کی پالیسی۔ عوام کے طرزِ عمل احکامِ حق۔ مایوسی اور امید کا فلسفہ بہترین نایاب مضامین کا مجموعہ۔ ۱۰؍

دعوتِ عمل

مسلمانوں کے تنزل کا اصلی سبب اور اسکا علاج حق وصداقت کا اعلان اور اس کی تیاری۔ آئندہ ترقی کے لئے اہم تجاویز۔ ۸؍

ہندوستان پر حملہ

ہندوستان پر حملہ کی صورتیں اور ہر صورت میں مسلمانوں کے فرائض۔ قیمت ۳؍

اتحادِ اسلامی

ایک معرکۃ الآرا تقریر جو پانچویں مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۳؍

بائیکاٹ۔ یورپین اشیا پر زبردست مضمون۔ ۱؍

مشتاق احمد ناظمِ قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ